فن شاعری

(ایک جائزہ)

مع ترمیم و اضافہ

مرتبین
پروفیسر محمد صبغتہ اللہ
پروفیسر سید ابوتراب خطائی ضامنؔ

ناشر
مالک پبلی کیشنز، نمبر ۵۰ آشیانہ فورتھ مین وسنتپا بلاک گنگا نگر بنگلور ۳۲

جملہ حقوق بحق مالک پبلی کیشنز محفوظ

کتاب کا نام :فن شاعری

مرتبین :پروفیسر محمد صبغتہ اللہ

پروفیسر سید ابوتراب خطائی ضامنؔ

قیمت : روپے

سال اشاعت : ۲۰۰۱ء۔۲۰۰۰ء

صفحات :۵۹+۴

کمپیوٹر کمپوزنگ :ڈاکٹر محمد صبغتہ اللہ

مرتبین کے دیگر خدمات

۱) تصوف اور صوفیائے کرام ۲) دکھنی لغات

ملنے کے پتے:۔

۱) فرحت منزل، نمبر۲۲ فرسٹ کراس، وی۔آر۔پورم، راجا محل گٹھلی بنگلور۔۵۶۰۰۰۳

۲) نیو بک ہاؤز۔ کوئمپونگر۔داونگیرہ

فہرست

۱)علم عروض	۴
۲)زحافات	۹
۳)تقطیع	۱۱
۴)قافیہ	۱۵
۵)ردیف	۱۸
۶)بحور مستعملہ بہ اردو	۱۸
۷)علم بیان	۲۵
۸)علم بدیع (صنائع لفظی)	۳۳
۹)علم بدیع (صنائع معنوی)	۳۵
۱۰)اصناف سخن (ظاہری لحاظ سے)	۳۸
۱۱)اصناف سخن (معنوی لحاظ سے)	۴۳
۱۲)اردو اور انگریزی کی مشترکہ اصطلاحات	۵۵
۱۳) کتابیات	۵۹

عِلمِ عَروض

عروض اس علم کو کہتے ہیں جس میں شعر کی اصل ضروریات یعنی وزن، تقطیع اور قافیہ سے بحث ہو۔اس فن کو خلیل ابن احمد بصری (فرابندی؟) متوفی ۱۰۰ھ سے منسوب کرتے ہیں کہ اس نے اس کی ابتداء کی۔

وجہ تسمیہ: ۔اس سلسلہ میں دو الگ الگ رائیں پائی جاتی ہیں۔

۱) لفظ عروض خانہ کعبہ کا ایک نام ہے، اور خلیل نے جس وقت اس فن ے اصول وقواعد مرتب کئے اتفاق سے وہ مکہ میں مقیم تھا

۲) چونکہ شعر کو چند مقررہ قواعد عروض پر عرض کرتے ہیں (پھیلاتے ہیں یعنی اس کا موزوں یا ناموزوں ہونا جانچتے ہیں، اس لئے اس فن کو عروض کہتے ہیں۔

شعر کے متعلق علامہ ابنِ رشیق جو عروض کے امام جانے جاتے ہیں، اپنی کتاب ''العمدة'' میں لکھتے ہیں ُ **سنیة اشعراربعته اشیا۔ اللفظ والوزنُ والمعنی والقافیه فهذا هو الحد**=یعنی شعر کی بنیاد چار چیزوں پر ہے وزن۔ معنی وقافیہ یہی شعر کی حدود ہیں

وزن۔عربی صرف ونحو کی بنا حروف ثلاثہ ف۔ع۔ل۔ پر ہے جس طرح عربی لغت کے اوزان انہیں تین حروف سے معلوم کئے جاتے ہیں اسی طرح عروض کے ارکان بھی انہیں تین حروف اور بعض حروف مثلاً الف۔ت۔س۔و۔ی۔ن وغیرہ ملا کر معلوم کئے جاتے ہیں۔

موزوں سے مراد یہ ہے کہ عرضیوں کے مقرر کئے ہوئے وزنوں میں سے کسی وزن کے بربر ہو اور ناموزوں سے مطلب یہ ہے کہ ان اوزان میں سے کسی کے برابر نہ ہو۔مثلاً محاسن فعولن کے وزن پر ہے اور خیالات بغیر کسی دوسرے لفظ کے طے ہوئے کسی عروضی وزن پر نہیں ہے۔

رکن ۔ یہ وہ الفاظ مقررہ ہیں جن سے شعر کا وزن کیا جاتا ہے۔ رکن آٹھ ہیں دو پانچ حرفی یعنی فعولن، فاعلن، اور چھ سات حرفی یعنی مفاعیلن ۔مفعولات ۔ فاعلاتن ۔مستف علن ۔مفا علتن ۔ انہیں ارکان کو اصول میزان افاعیل تفاعیل اور اوزان عروض بھی کہتے ہیں۔

اصولِ سہ گانہ: ۔وہ اجزا جن سے ارکان بحر مرکب ہیں تین ہیں۔یعنی سبب وتد اور فاصلہ

سبب: ۔ایسا لفظ یا جز ولفظ جو دو حرفوں سے مل کر بنے۔اس کی دو قسمیں ہیں سبب خفیف یعنی ایسا دو حرفی لفظ یا جز ولفظ جس کا پہلا حرف متحرک اور دوسرا حرف ساکن ہو جیسے۔اَب۔دُم۔سبب ثقیل جس میں دونوں حرف متحرک ہوں جیسے سرشام (بکسر وا)

وتد:۔ایسا لفظ یا جز ولفظ جو تین حرفوں سے مل کر بنے اس کی دو قسمیں ہیں۔

۱) وتد مجموع یا وتد مقرون ایسی ایسا ۳ سہ حرفی لفظ یا جز ولفظ جس کے پہلے دو حرف متحرک ہوں اور تیسرا ساکن جسے کرم۔گرم۔۲) وتد مطروق یعنی ایسا سہ حرفی لفظ یا جز و جس کا اول اور آخر حرف متحرک ہو اور وسطی حرف ساکن جیسے کارُو بار۔تخت و تاج۔

فاصلہ:۔ایسا لفظ یا جز ولفظ جو چار یا پانچ حرفوں سے مل کر بنے اس کی بھی دو قسمیں ہیں

۱)**فاصلۂ صغرٰی** (فاصلۂ صولت) یعنی ایسا چار حرفی لفظ جس کے پہلے تین حروف متحرک ہوں اور چوتھا ساکن جیسے صَنمَاَ۔چکُم (اردو میں ایسا مفرد چار حرفی لفظ نہیں ملتا)(۲) فاصلۂ کبرٰی جس کو فاصلۂ ضبط بھی کہتے ہیں یعنی ایسا پانچ حرفی جس کے پہلے چار حروف متحرک نہ ہوں اور پانچواں حرف ساکن جیسے عربی حرف'' سَمَکَۃُ'' (اردو میں اس کی کوئی مثال نہیں)

بعض کے نزدیک سبب اور وتد ہی اصلی جز و ارکان ہیں۔فاصلہ کوئی چیز نہیں۔جو لوگ یہ رائے رکھتے ہیں وہ فاصلہء صغریٰ کو سبب ثقیل اور وتد مجموع کا مجموعہ خیال کرتے ہیں۔ مثلاً رکن متفاعلن = فاصلۂ صغریٰ۔متفا۔وتد مجموع علن کا نام ہے مگر وہ لوگ جو فاصلہ کا وجود نہیں مانتے وہ کہیں

گے کہ یہ مجموعہ سبب ثقیل مَتُ + سبب خفیف عا + وتد مجموعہ علن کا۔ اراکین کی تکرار سے جو کوئی خاص وزن پیدا ہوا اسے بحر کہتے ہیں۔ مثلاً فاعلا تن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن (چار بار کی تکرار سے بحر رمل سالم پیدا ہوئی۔ ابتداء میں خلیل ابنِ احمد بصری نے جو بحریں ایجاد کی تھیں ان کی تعداد پندرہ ہے۔ یعنی ہزج۔ رجز۔ کامل۔ رمل وافر۔ متقارب۔ طویل۔ مدید۔ بسیط۔ منسرح۔ مضارع۔ سریع۔ خفیف۔ مقتضب۔ اس س کے بعد چار اور بحریں دریافت ہوئیں۔ امتدراک جس کو ابوالحسن اخفش نحوی نے ایجاد کیا۔ (۲) جدید۔ (اس کو بحر غریب بھی کہتے ہیں) کس کا واضح برزچمہر سمجھا جاتا ہے۔ بحر قریب۔ بحر مشاکل۔ لہذا کُل بحور کی تعداد انیس (۱۹) ہے۔ سات مفرد بحریں وہ ہیں جن میں ایک ہی رکن کی تکرار ہو اور مرکب وہ ہیں جو دو مختلف رکنوں کی تکرار سے پیدا ہوں۔

سات مفرد بحریں:۔

۱) ہزج۔ جو مفاعیلن کی چار بار تکرار سے حاصل ہوتی ہے۔

۲) رجز۔ جو مستفعلن کی چار بار تکرار سے حاصل ہوتی ہے۔

۳) رمل ۔ جو فاعلاتن کی چار بار تکرار سے حاصل ہوتی ہے۔

۴) کامل۔ جو متفاعلن کی چار بار تکرار سے حاصل ہوتی ہے۔

۵) متقارب ۔ جو فعولن کی چار بار تکرار سے حاصل ہوتی ہے۔

۶) متدارک ۔ جو فاعلن کی چار بار تکرار سے حاصل ہوتی ہے۔

۷) وافر۔ جو مفاعلتن کی چار بار تکرار سے حاصل ہوتی ہے۔

(یہ بحر اردو میں بہت کم رائج ہے)

بارہ مرکب بحریں:۔

۱)منسرح ۔مستف علن مفعولات مستف علن مفعولات

۲)مضارع ۔مفاعیلن فاع لاتن۔مفاعیلن فاع لاتن۔

۳)مجتث ۔ مستف علن ۔فاع لاتن ۔مستف علن ۔فاع لاتن ۔

۴)بسیط ۔ مستف علن فاعلن ۔مستف علن فاعلن ۔

۵)سریع ۔ مستف علن ۔مستف علن مفعولات ۔

۶)خفیف ۔فاعلاتن۔مستعلن فاعلاتن۔

۷)مقتضب ۔مفعولات مستف علن ۔مفعولات ۔مستف علن

(یہ بحر اردو میں بہت کم رائج ہے)

۸)طویل ۔فعولن مفاعیلن ۔فعولن مفاعیلن

(یہ بحر اردو میں بہت کم رائج ہے)

۹)مدید۔فاعلاتن فاعلن ۔فاعلاتن فاعلن

(یہ بحر اردو میں بہت کم رائج ہے)

۱۰)جدید۔ فاعلاتن فاعلاتن مستف علن

(یہ بحر اردو میں بہت کم رائج ہے)

۱۱)قریب ۔مفاعیلن مفاعیلن ۔فاعلاتن۔

(یہ بحر اردو میں بہت کم رائج ہے)

۱۲)مشاکل ۔فاع لاتن مفاعیلن مفاعیلن ۔

(یہ بحر اردو میں بہت کم رائج ہے)

فکِّ بحور: ۔جب ایک بحر کے ارکان کے تغیر وتبدل سے کوئی دوسری بحر یا بحور پیدا ہوں تو اس کو فک بحور کہتے ہیں۔مثلاً ہزج کا رکن مفاعیلن ہے جس میں پہلے وتد مجموع (مفا) اور پھر دو سبب خفیف (عی۔لن) ہیں اگر اس میں تغیر وتبدل کیا جائے کہ ایک سبب خفیف (عی) پہلے رکھیں۔اس کے بعد وتد مجموع (مفا) اور پھر دوسرا سبب خفیف (عی) رکھا جائے تو لن مفا عی پیدا ہوتا ہے۔جو فاعلن کا ہم وزن ہے اور یہی بحر رمل کا وزن ہے ۔ پھر اگر دونوں سبب خفیف (عی۔لن) پہلے رکھیں اور وتد مجموع (مفا) بعد میں لائیں تو یہ مجموعہ عیلن مفا بنے گا جو مستف علن کے ہم وزن ہے۔اور یہی بحر رجز کا وزن ہے۔اس طرح اسباب واد تاد کے تغیر اور تبدل سے دوسری بحریں بھی حاصل ہوتی ہیں۔

زحافات بحور۔ زحاف جمع ہے زحف کی۔جس کے معنی ''لغت میں تیر کا نشانے سے خطا ہو جانا کے آئے ہیں''۔لیکن عروضیوں کے نزدیک زحاف اس تغیر وتبدل کو کہتے ہیں جس کے واقع ہونے سے ایک بحر میں سے دوسری بحر نکل آئے۔زحاف کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ ارکان بحور کے حروف میں تغیر وتبدل کرنا یعنی ان کے حروف گھٹانا یا بڑھانا یا ساکن کر دینا ہے۔ظاہر ہے کہ عربی فنِ عروض کی ابتداء ملک عرب میں ہوئی تھی۔لہٰذا واضع نے ابتداء میں ایسے الفاظ اشعار میں رکھے اور الفاظ کے ذریعہ سے ایسی دھنیں قائم کیں جو اس ملک کے رہنے والوں کو مرغوب تھیں۔اور جن کے وہ مدتوں سے عادی ہو گئے تھے۔جب عربوں کا تسلط ایران پر ہوا تو ایران کی زبان فارسی بھی عربی کی تابع ہو گئی،اور زبان کے ساتھ ساتھ عربی شاعری ملک میں رواج پانے لگی۔مگر عربی الفاظ چونکہ اجنبی بحروں میں ہوتے اس لئے بجنسہ یعنی بلا تغیر وتبدل وہ اہل ایران کو مرغوب نہ ہوئے اس لئے ضرورت محسوس ہوئی کہ ارکان میں ترمیم کی جائے جو اہل عجم کو پسند خاطر ہو۔اس طرح عربی کی سالم بحروں میں زحافات کی بنیاد پڑی۔البتہ جو سالم بحریں کانوں کو اچھی معلوم ہوئیں یا جن میں ان کے نزدیک کافی موسیقیت تھی وہ جوں کی توں رکھی گئیں۔چنانچہ بحر ہزج سالم (مفاعیلن چار بار) اور بحر رجز (مستف علن

چار بار) اب بھی فارسی میں اور اس کی تقلید میں اردو میں بلاکم وکاست موجود ہیں۔مگر بحر رمل سالم (فاعلاتن چار بار) بغیر قصر یعنی حذف نون کے مقبول نہ ہوئی۔

زحافات

نام زحاف	تشریح	وزن
خرم	وتد مجموع کا حرف گرا دینا	مفاعیلن کا پہلا حرف گرایا تو فاعیلن رہا جو مفعولن کے برابر ہے اور جس بحر یہ زحاف آئے اسے اخرم کہتے ہیں۔
کف	رکن کے ساتویں حرف کو گرانا	مفاعیلن سے مفاعیل بضم لام رہ جاتا ہے۔اسے مکفوف کہتے ہیں۔
قصر	صرف ساکن سبب خفیف کو جو رکن کے آخر میں آئے گرانا اور ماقبل کو ساکن کرنا۔	مفاعیلن سے ''ن'' سبب خفیف کا گر گیا اور مفاعیل رہ گیا۔ لام کو ساکن کر دیا۔اس کو مقصور کہتے ہیں۔
قبض	رکن کے پانچویں حرف کو ساکن کو جو سبب خفیف میں آئے گرا دینا	مفاعیلن کا پانچواں حرف ساکن ''ی'' ہے اسکو گرایا تو مفاعلن رہا، اسے مقبوض کہتے ہیں۔
شتر	خرم اور قبض کا جمع ہونا۔	مفاعیلن زحافات کے سبب فاعلن رہا، اسے اشتر کہتے ہیں
حذف	رکن کے آخر کا سبب خفیف گرانا	مفاعیلن سے لن آخری سبب گر گیا تو مفاعی رہا۔اس جگہ فعولن رکھ دیا۔اسے محذوف کہتے ہیں
خبن	حرف ساکن خفیف کو گرانا جو کہ	فاعلاتن سے فعلاتن جس رکن میں یہ عمل ہو اس مخبون

	رکن کے اول میں ہو	کہتے ہیں
شکل	خبن اور کف کا اجتماع۔	فاعلاتن سے فعلات، اسے مشکول کہتے ہیں
قطع	رکن کے آخر میں حرف ساکن وتد مجموع کو حذف کرنا اور ماقبل کو ساکن کرنا	مستف علن سے نون گر کر لام ساکن ہوا۔ مستفعل رہا۔ اسے مفعولن سے بدل دیا۔ اسے مقطوع کہتے ہیں
بَتَر	حذف اور قطع کا جمع ہونا	فاعلاتن سے حذف کی وجہ سے فاعلا رہا۔ قطع کی وجہ سے الف گرا تو فاعل رہا۔ اس کو فعل سے بدل دیا۔ اسے اَبتَر کہتے ہیں۔
طئے	دو سبب خفیف میں سے ساکن چہارم کو گرانا جو رکن اول میں بے فاصلہ واقع ہوں	مستف علن میں بہ سبب طے فا گرا مستعلن رہا۔ اس کو مفتعلن سے بدل لیا اسے مطوی کہتے ہیں۔
ثلم	رکن فعولن میں زحاف خرم	فعولن سے ف گر کر عولن رہا۔ اس کی جگہ فعلن رکھ دیا۔ اسے اثلم کہتے ہیں۔
ثرم	اجتماع قبض و خرم	فعولن زحاف کے بعد فعل بن گیا۔ اسے اثرم کہتے ہیں۔

تقطیع

تقطیع کے لغوی معنی قطع کرنا یا کاٹنا ہیں۔مگر اصلاح عروض میں الفاظ بیت کے اتنے ٹکڑے کرنے کو کہتے ہیں جتنے اس بحر کے ارکان ہوں تا کہ اس کا وزنِ عروض کے مقررہ اوزان میں کسی کے مطابق پایا جائے۔الفاظ بیت کے عروض پر ارکان بیت کے حروف اس طرح بٹھائے جائیں کہ متحرک کے مقابل متحرک اور ساکن کے مقابل ساکن آئے۔اور جس نشست سے متحرک اور ساکن حروف بیت میں واقع ہوں اسی نشست اور ترتیب سے مسکون اور ساکن حروف ارکان میں بھی واقع ہوں۔لیکن یہ ضروری نہیں کہ مفتوح (زبرَ) مکسور کے مقابل (زیرِ) مکسور ہی ہو اور مضموم (پیشُ) کے مقابل مضموم ہی آئے۔بلکہ مقصد یہ ہے کہ متحرک حرف کے مقابل متحرک یا مسکون آئے۔

ملفوظی اور مکتوبی حروف:۔

جو حروف تلفظ میں آئے مگر لکھا نہ جائے وہ تقطیع میں محسوب ہوتا ہے (پڑھا جاتا ہے) اور جو حرف لکھا جائے مگر تلفظ میں نہ آئے وہ تقطیع میں نہیں محبوب ہوتا ہے۔اول الذکر کو ملفوظ غیر مکتوب اور آخر الذکر کو مکتوب غیر ملفوظ کہتے ہیں۔

ملفوظ غیر مکتوب :۔یعنی جو حرف نہ لکھا جائے مگر پڑھا جائے۔جیسے کسرہ ءاضافت الف ممدوہ۔حرف مشدد اور واؤ اور ی جس پر ہمزہ ہو۔

کسرۂ اضافت۔

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو۔ یہاں زیر (حرکت) سے بن جاتا ہے یعنی دردے دِل

الف ممدوہ:۔

کِس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے۔ یہاں الف ممدوہ دوسرے الف کا کام دیتا ہے۔

حرف مشدّ د۔

اٹھیے بس اب کہ لذّتِ خواب سحر گئی۔صرف مشدّ د دو بار پڑھا جاتا ہے۔

واو۔ داؤد۔ داوود یہاں ہمزہ بھی واؤ بن جاتا ہے۔

ی۔ اٹھئے بس اب کہ لذّتِ خواب سحر گئی۔ یہاں ہمزہ بھی ے بن جاتا ہے۔

مکتوب غیر ملفوظ:۔

یعنی جو حرف لکھا جائے مگر پڑھا نہ جائے۔

۱) لفظ خواب یا خواجہ وغیرہ کا واؤ۔

۲) ایسا **واؤ عطف** جو کھینچ کر نہ پڑھا جائے۔ جیسے دوراہے پہ کوئی پریشان کھڑا ہے۔

اس میں واو کھینچ کر نہیں پڑھا جاتا اس لئے تقطیع میں گر جاتا ہے۔

۳) **الف وصل** یعنی وہ الف جس کا ماقبل ساکن ہو۔ حسن اک نگاہ ناز میری۔ عشق اک صفت نیاز میری۔ اک میں الف تقطیع کے وقت گر جاتا ہے۔

۴) **نون غنّہ**:۔ یعنی وہ نون جو الف واو یا ے سے ساکن کے بعد آنے اور ناک میں پڑھا جائے۔

جہاں ہیں تیرے لئے تو نہیں جہاں کے لئے۔ اس میں نون غنّہ نہیں پڑھا جاتا اور تقطیع میں گر جاتا ہے

۵) **ہائے مختفی**۔ خاک ہو جائے تو آزردہ نہیں ہوتا ہے۔

لیکن ترے نثار ذرا دیکھ بھال کے۔

آزردہ اور دیکھ میں کھل کر نہیں پڑھی جاتی اس لئے تقطیع میں گر جاتی ہے۔

مسدس بحر:۔ ایسی بحر جس کے پورے ارکان شعر چھ ہوں۔ یعنی ہر مصرع میں تین بار

آئیں۔

مثمن بحر:۔ایسی بحر جس کے ارکان پورے شعر آٹھ ہوں۔یعنی ہر مصرع میں چار بار آئیں

سالم:۔ ایسی بحر جس کے ارکان میں کوئی کمی یا زیادتی نہ ہوئی ہو۔

مزاحف:۔ایسی بحر جس کے ارکان میں کوئی زحاف واقع ہوا ہو۔

مضائف:۔ایسی بحر جس کے ہر مصرعے میں ارکان دگنی تعداد میں آئیں

ظاہری طور پر شعراء کے اجزائے ترکیبی

مصرعئہ اول کا پہلا رکن صدر اور آخری رکن عروض کہلاتا ہے دوسرے مصرعے کا پہلا رکن ابتدا اور آخری رکن ضرب کہلاتا ہے۔باقی ارکان حشو کہلاتے ہیں۔

دوسرا مصرعہ	پہلا مصرعہ

صدر حشو حشو عروض ابتداء۔حشو۔حشو۔ضرب

حشو زوائد:۔ حشو کے لغوی معنے گودڑ کے ہیں جو تکیہ میں بھرا جاتا ہے۔اصطلاح میں اس لفظ زائد کو کہتے ہیں جس کے حذف کرنے سے کلام میں حسن پیدا ہو جائے۔ظاہر ہے کہ جس شئے کا حذف وجود حسن کا باعث ہو اس کی موجودگی شعر میں یقیناً معیوب ہوگی۔مثلاً

اب لاج ترے ہاتھ ہے خون شہدا کی ☆ رنگین ہوئی جس سے یہ فضا ارض وسما کی

اس شعر میں یہ حشو قبیح ہے۔اس کو نکال ڈالنے سے شعر یقیناً بلند ہو جائے گا۔اصلاح شدہ شعر یوں ہے۔

اب لاج ترے ہاتھ ہے خون شہدا کی گلرنگ ہوئی جس سے فضا ارض وسما کی

بس۔اب۔یہ۔اک۔ہاں۔عالم میں۔یہ الفاظ کبھی کبھی حشو قبیح کا باعث بنتے ہیں۔اور کلام کا حسن بگاڑتے

ہیں۔

سہل ممتنع :۔سادگی بیان وحسن کی زبان کی اس صنف کا نام ہے جسے ہر شخص دیکھ کر یہ سمجھے کہ ایسا میں بھی کہہ سکتا ہوں لیکن جب کہنے بیٹھے تو نہ کہہ سکے۔

تم مرے پاس ہوتے ہو گویا ☆ جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

ہے خبر گرم ان کے آنے کی ☆ آج ہی گھر میں بوریا نہ ہوا

متروکات :۔وہ الفاظ ومحاورات جو امتداد زمانہ سے خود بہ خود دائرہ ءزبان سے خارج ہو گئے ہوں، یا استادانِ سخن نے ان الفاظ ومحاورات کو غیر فصیح اور غریب سمجھ کر زبان سے خارج کر دئے ہوں،متروکات کہلاتے ہیں۔اس دور میں ان الفاظ کا استعمال کرنا معیوب ہے مثلاً کسو۔کبھو۔ٹک۔ ایدھر۔اودھر

ے سر کسو سے فرد نہیں آتا۔حیف بندے ہوئے خدا نہ ہوئے

قافیہ

قافیہ ان چند حروف معین کا نام ہے جو مطلع غزل ،قصیدہ یا ابیات مثنوی کی صورت میں بیت کے دونوں مصرعوں کے آخر میں اور اس کے سوا دوسری صورتوں میں بیت کے دوسرے مصرعے کے آخر میں مختلف الفاظ کے اندر مکرر آئیں اور مستقل نہ ہوں۔مگر آج کل کی اصطلاح میں جو لفظ شعر کے آخر میں ردیف کے پہلے آئے (اگر غزل ردیف دار ہو) اور اگر غزل ردیف وار نہ ہو تو بیت کا پورا

آخری لفظ قافیہ کہلاتا ہے مثلاً

کیونکر اس سے رکھوں جانِ عزیز ☆ کیا نہیں ہے مجھے ایمان عزیز

اس میں عزیز ردیف اور پورا لفظ جان وایمان قافیہ ہے

نہ گل نغمہ ہوں نہ پردۂ ساز ☆ میں ہوں اپنی شکست کی آواز

چونکہ اس شعر میں ردیف نہیں ہے اس لئے دونوں مصرعوں کے آخری لفظ ساز و آواز قافیہ ہیں

قافیے کے اجزائے ترکیبی:۔ ایسے حروف جن سے مل کر قافیہ بنتا ہے۔

تعداد میں نو ہیں۔یعنی حروف روی۔چار حرف اس کے پیشتر آتے ہیں۔یعنی رِدف۔قید۔تاسیس۔ دخیل اور چار حرف جو روی کے بعد آتے ہیں۔یعنی وصل۔خروج۔مزید۔نائرہ۔

دخیل۔تاسیس۔قید۔ردف۔روی۔وصل۔خروج۔مزید۔نائرہ۔

ا۔الفاظ:۔قسم۔قدم۔ورم۔مرہم میں صرف روی ہے اور باقی اجزائے مذکورہ بالا میں سے کوئی نہیں۔

۲۔کار۔بار۔یار۔تار میں ’’ر‘‘ حرف روی اور الف ردف ہے۔اور باقی اجزائے مذکورہ بالا میں سے کوئی نہیں۔

۳۔درد۔سرد۔زرد میں **د** حرف روی اور ر حرف قید ہے باقی اجزاء نہیں ہیں۔

۴۔حامل۔شامل۔کامل میں **ل** حرف روی الف تاسیس اور **میم** دخیل ہے۔

۵۔سوختہ۔اندوختہ میں **ت** حرف روی **خ** ردف زائد۔ **و** ردف اور **ہ** وصل ہے۔

۶۔بُردمش۔میں د روی م وصل **ش** خروج ہے۔

کاوشیں۔تراوشیں میں **الف** تاسیس د دخیل **ش** روی **ی** وصل اور **ن** خروج ہے۔

ے۔کرے گا۔پھرے گا میں د روی ے وصل۔ **گ** خروج۔ **الف** مزید ہے۔گھٹینگے۔

چھٹینگے میں آخری ے نائرہ ہے۔

حرف روی۔ حرف روی کو جو متذکرۂ بالا حروف قافیہ کا حرف وسط ہے قافیے کی اصل اور اساس سمجھنا چاہئے۔بغیر اس کے قافیے کا وجود نہیں اس کا تغیر قافیے کا سخت ترین عیب ہے۔اس کی دو قسمیں ہیں (۱) روی مقید۔(۲) روی مطلق

روی مقید:۔ وہ روی ساکن ہے جو مصرع یا بیت کے آخر میں مکرّر آئے۔

فجر ہوتے ہی جو گئی آج مری آنکھ جھپک ☆ دی خوشی تے وہیں آ کر در دل پر دستک

ایک خورشید لقا طرفہ جوانِ ارمشق ☆ تاب رخسار قلق سرخی رخسار شفق

پہلے شعر میں **ک** اور دوسرے میں **ق** حرف روی مقید ہے۔

روی مطلق:۔ جب روی کے بعد کوئی حرف وصل لگایا جائے تو ظاہر ہے کہ اس صورت میں روی متحرک ہو جائیگا۔ایسے روی کو روی مطلق کہتے ہیں۔

نے بلبل چمن نہ گل نو دمیدہ ہوں میں موسم بہار میں شاخ بریدہ ہوں

اس میں حرف د روی ہے جو بسبب ہائے وصل کے متحرک ہو گیا۔اس کو روی مطلق کہتے ہیں۔

واو معروف و واو مجہول اور ہائے معروف اور ہائے مجہول کا قافئے میں جمع کرنا۔اگرچہ فارسی اور اردو دونوں میں جائز ہے جیسا کہ مثالوں سے ظاہر ہوگا۔

ہر سنگ میں شرار ہے ترے ظہور کا موسیٰ نہیں کہ سیر کروں کوہ طور کا

ہم تو قفس میں سن کے بھی خاموش ہو رہے اے ہم صفیر فائدہ ناحق کے شور کا

ہم نمازوں میں جو تا دیر کھڑے رہتے ہیں سامنے یہ بتِ بے پیر کھڑے رہتے ہیں

ان مثالوں میں واو مجہول کا واو معروف سے اور یائے مجہول کا یائے معروف سے قافیہ باندھا ہے۔

فارسی میں واو مجہول اور معروف کا تلفظ علیحدہ نہیں ہے۔ بلکہ ہر جگہ واو معروف اور یائے معروف بولتے ہیں اس لئے یہ فارسی میں عیب نہیں۔ اردو میں مجہول اور معروف کی آوازیں بالکل الگ الگ ہیں۔ اس لئے یہ عیب قرار دیا جاسکتا ہے۔ بلکہ فارسی کی کورانہ تقلید سمجھ سکتے ہیں۔

عیوب قافیہ:۔ قافیہ چونکہ شعر کا نہایت اہم اور ضروری جزو ہے اور یہاں تک کہ اکثر کے نزدیک بغیر قافیہ کے شعر ہو ہی نہیں سکتا (جدید شاعری کے علاوہ جہاں قافیے یا خاص وزن کی ضرورت نہیں بلکہ کسی ایک خاص رکن میں طویل نظم لکھی جاتی ہے۔) لہٰذا اس کے عیوب بھی خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ قافیے کے عیوب تین قسم کے ہیں۔

اقوا:۔ اس سے یہ مطلب ہے کہ حرکت ماقبل روی یعنی حرکت توجیہ مختلف ہو جیسے دل۔ گُل۔ بغل شفق۔ افق۔ وغیرہ۔

اکفا:۔ اس سے یہ مطلب ہے کہ روی بدل جائے۔ یہ قافیہ کا سخت عیب ہے۔

اسی طرح مدت گئی جب اسے چڑھی گرمی عشق کی تپ اسے

اختلاف ردف:۔ حرف ردف کی حرکت کا اختلاف یہ عربی میں تو جائز ہے بلکہ عام ہے مثلاً جمیل کا قافیہ نزول سے منیر کا قافیہ بدور سے مگر فارسی اور اردو میں جائز نہیں

نہایت اک کنیز کہنۂ عصر کہ دلکش نظم سے جسکی ہر اک نثر

ایطا:۔ اس کو فارسی میں شائیگان کہتے ہیں ایطا سے یہ مطلب ہے کہ قافیے کی تکرار ہو اور معنی ایک ہی ہوں۔ ایطا کی دو قسمیں ہیں۔ ایطائے خفی۔ ایطائے جلی۔

ایطائے خفی:۔ وہ ہے جس میں تکرار کلمہ ظاہر نہ ہو جیسے دانا اور بینا کا قافیہ باندھنا یہ خفیف عیب ہے

ایطائے جلی:۔ جس میں تکرار کلمہ ظاہر ہو اور یہ سخت عیب ہے

مثلاً بوقت سحر اس کو ماریں گے ہم لہو خاک میں اس کا ڈالیں گے ہم

پٹکا گاڑھے کا کب تلک باندھوں موٹی شلوار کا تا کجا پہنوں

ردیف

ردیف:۔ اہلِ ایران کی ایجاد ہے۔قدیم عربی زبان میں ردیف نہیں پائی جاتی۔اگرچہ اب شعرائے عرب بھی لانے لگے ہیں۔اردو میں ردیف اہلِ فارس کا تتبع ہے۔ایک یا ایک سے زیادہ کلمہ یا حرف مستقل جو قافیے کے بعد بہ تکرار آئے ردیف کہتے ہیں۔ردیف کا بصورت لفظ یا الفاظ مستقل ہونا ضروری ہے۔مگر معناً بھی ایک ہی ہونا ضروری نہیں محض بلحاظ کتابت صورت یکساں ہونی چاہئے۔

بحور مستعملہ بہ اُردو۔ سالم و مزاحف

مفرد بحریں:۔

بحر ہزج:۔ مفاعیلن۔مفاعیلن۔مفاعیلن۔مفاعیلن۔مثمن (آٹھ بار ایک شعر میں)

مفاعیلن۔مفاعیلن۔مفاعیلن۔مسدس (چھ بار ایک شعر میں)

بحر ہزج مسالم :۔ستائش گر ہے زاہد اس قدر جس باغ رضواں کا

مثمن:۔ مفاعیلن۔مفاعیلن۔مفاعیلن۔مفاعیلن۔

بحر ہزج سالم:۔ وہ الٹی لگ گئے ہم سے قسم لینے۔

مسدس:۔ مفاعیلن۔مفاعیلن۔مفاعیلن۔

بحر ہزج مثمن اخرب مکفوف:۔مقدور ہمیں کب ترے وصفوں کے رقم کا

مفعول۔مفاعیل۔مفاعیل۔فعولن۔

بحر ہزج مکفوف مقصور:۔ وہ مجھ کو جنوں جامہ دری کے لئے دے ہاتھ

مفعول۔مفاعیل۔مفاعیل۔مفاعیل۔

بحر ہزج مسدس محذوف: گلے لپٹے ہیں وہ بجلی کے ڈر سے

مفاعیلن۔مفاعیلن۔فعولن۔

بحر رمل

فاعلاتن:۔فاعلاتن۔فاعلاتن۔فاعلاتن۔فاعلاتن۔مثمن (آٹھ بار ایک شعر میں)

فاعلاتن۔فاعلاتن۔فاعلاتن۔ مسدس (چھ بار ایک شعر میں)

بحر رمل سالم مثمن: تو جب آئی کوئی نقصان اسے شب غم کر دیا ہے

فاعلاتن۔فاعلاتن۔فاعلاتن۔فاعلاتن۔

بحر رمل مثمن محذوف:۔ عارضِ گل دیکھ روئے یار یاد آیا اسد

فاعلاتن۔فاعلاتن۔فاعلاتن۔فاعلن

بحر رمل مثمن مقصور:۔ اس چمن میں مرغِ دل گائے نہ آزادی کا گیت

فاعلاتن۔فاعلاتن۔فاعلاتن۔فاعلان

بحر رمل مسدس مقصور:۔ ہو چکی ہوگی ہزاروں بار صبح

فاعلاتن۔فاعلاتن۔فاعلان۔

بحر رجز

بحر رجز :۔ مستف علن ۔مستف علن ۔مستف علن ۔مستف علن ۔مثمن (آٹھ بار ایک شعر میں)

مستف علن ۔مستف علن ۔مستف علن ۔۔مسدس (چھ بار ایک شعر میں)

بحر رجز مثمن سالم :۔ ساغر مئے گل رنگ سے بھر کر مجھے دے ساقیا
مستف علن ۔مستف علن ۔مستف علن ۔مستف علن ۔

بحر رجز مثمن مطوی ۔مخبون ۔

دل ہی تو ہے نہ سنگ وخشت درد سے بھر نہ آئے کیوں
مفتعلن ۔مفاعلن ۔مفتعلن ۔مفاعلن ۔

بحرِ کامل

بحرِ کامل مثمن سالم :۔ یہ عجیب لطف ہے ابر کا کہیں سان ہے نہ گمان ہے
متفاعلن ۔متفاعلن ۔متفاعلن ۔متفاعلن ۔

بحرِ متقارب

فعولن ۔فعولن ۔فعولن ۔فعولن ۔مثمن (آٹھ بار ایک شعر میں)
فعولن ۔فعولن ۔فعولن ۔ مسدس (چھ بار ایک شعر میں)

بحرِ متقارب مثمن سالم : ۔کسی نے بقراط سے جا کے پوچھا
فعولن ۔فعولن ۔فعولن ۔فعولن ۔

بحرِ متقارب مثمن محذوف :۔یہی جی میں آئی کے گھر سے نکل

فعولن ۔فعولن ۔فعولن ۔فعل ۔

بحرِ متقارب مثمن مقصور:۔ پلا ساقیا مجھ کو جام شراب

فعولن ۔فعولن ۔فعولن ۔فعول

بحرِ متقارب مثمن اثلم:۔ دیکھ اس رخ کی نور فشانی

فعلن ۔فعلن ۔فعلن ۔فعلن

بحرِ متدارك

فاعلن ۔فاعلن ۔فاعلن ۔فاعلن ۔ مثمن (آٹھ بار ایک شعر میں)

فاعلن ۔فاعلن ۔فاعلن مسدس (چھ بار ایک شعر میں)

متدارک مثمن سالم:۔ فوج عصیاں نے گھیرا ہے ہر سمت سے

فاعلن ۔فاعلن ۔فاعلن ۔فاعلن ۔

متدارک مثمن مخبون: ۔نہ ہوا نہ ہوا نہ ہوا نہ ہوا

فعلن فعلن فعلن فعلن

متدارک مثمن مقطوع:۔ ہر دم کرتا ہوں میں زاری

فعلن فعلن فعلن فعلن

مرکب بحریں   بحرِ منسرح

مستفعلن مفعولات ۔مستفعلن ۔مفعولات ۔

منسرح مثمن مسطوی مکفوف: ۔یار کو قاصد مرے جا کے اگر دیکھنا

مفتعلن فاعلن ۔ مفتعلن فاعلن ۔

منسرح مسدس مطوی مقطوع:۔ آنکھوں میں مئے کا خمار اب تک ہے

مفتعلن فاعلات مفعولن ۔

بحر مضارع

مفاعیلن فاعلاتن مفاعیلن فاعلاتن

مضارع مثمن اخرب:۔ دل کا پتا نہ پایا زلفوں کو کھول دیکھا

مفعولن فاعلاتن مفعول فاعلاتن

مضارع مثمن اخرب مکفوف مقصور :۔مستوں کا سر جھکے ہے صراحی کے خم کے ساتھ

مفعول فاعلات مفاعیل فاعلان

مضارع مثمن اخرب مکفوف:۔ ہرگز نہ آگ سینہء پرسوز کی بجھی

مفعول فاعلات مفاعیل فاعلن

بحر مجتّث

مستف علن فاعلاتن مستف علن فاعلاتن

بحر مجتّث مخبون:۔ بھلا ہوا کہ نہ آئے نہیں تو جان گئی تھی

مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلاتن

بحر مجتّث مخبون مقصور:۔ اگر شراب کی موجیں بنیں شراب میں سانپ

مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلان

بحر مجتّث مخبون محذوف :۔ ادا سے دیکھ لو جاتا رہے گلہ دل کا

مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلن

بحر سریع

مستف علن مستف علن مفعولات

بحر سریع مطوی مکفوف :۔ شیر خدا شاہ ولایت علی

مسدس مفتعلن مفتعلن فاعلن

بحر سریع مطوی مقطوع :۔ مرد سے بولے کہ نہ کر دو نکاح

مفتعلن مفتعلن فاعلان

بحر خفیف :۔ فاعلاتن مستف علن فاعلاتن

بحر خفیف مخبون مقصور :۔ زہر کھانے کی جی میں ٹھانی ہے آج

فاعلاتن مفاعلن فعلان

بحر خفیف مخبون محذوف :۔ انہیں باتوں میں تھا وہ رشک چمن

فاعلاتن مفاعلن فعلن ۔

عِلمِ بیان

علم بیان سے وہ علم مراد ہے جس کے جاننے سے ایک معنی کو متعدد اور مختلف طریقوں سے ظاہر کر سکتے ہیں اس طرح کے ایک معنی دوسرے سے زیادہ صاف ہوں اس علم کا موضوع لفظ ہے اور اس کا مدار چار چیزوں پر ہے۔ا)تشبیہ۔۲)استعارہ۔۳)مجاز مرسل۴)کنایہ۔یعنی اگر کسی معنے کے اظہار کے لئے دو یا زیادہ لفظ استعمال کئے جائیں تو ان میں نسبت تشبیہ کی ہوگی یا استعارہ کی یا مجاز یا کنایہ کی۔

تشبیہ:۔تشبیہ سے یہ مطلب ہے کہ دو ایسی چیزیں بیان کی جائیں جن میں کسی ایک یا زیادہ معنوں میں مشارکت ہو مثلاً لفظِ رخسار اور پھول یا پسینہ اور گلاب وغیرہ۔رخسار اور پھول میں رنگ کی مشارکت ہے اور پسینہ اور گلاب میں بو کی۔لہٰذا رخسار کی تشبیہ گل سے اور پسینہ کی تشبیہ گلاب سے دے سکتے

ہیں ۔ان دونوں میں سے ایک کو مشبہ اور دوسرے کو مشبہ بہ اور معنے مشترک یعنی جو صفت ان دونوں میں عام ہو اس کو وجہ شبہ کہتے ہیں ۔ یہ لازمی ہے کہ مشبہ اور مشبہ بہ میں ایک طریقے سے تو اشتراک ہو اور دوسرے طریقے سے افتراق ہو یعنی ایک معنی میں تو وہ آپس میں مشارکت رکھتی ہوں ۔ یا ایک صفت میں اور دوسرے معنے میں یا دوسری صفات میں ایک دوسرے سے علاحدہ ہوں ۔مثلاً اوپر کی مثال رخسار اور گل میں رخسار کی مشابہت گل سے صرف ایک معنی میں یعنی بہ اعتبار رنگ کے ہے دوسرے کسی اعتبار سے مشابہت نہیں ہے ۔اگر یہ بات نہ ہو گی یعنی ایک معنی میں اتفاق ہی اتفاق ہوگا اور دوسرے میں اختلاف نہ ہوگا بلکہ ہر طرح اتفاق ہی اتفاق ہوگا تو تشبیہ باطل ہو جائے گی ۔اور تعدد لازم آئے گا ۔یعنی وہ دونوں چیزیں ایک ہی جنس کی سمجھی جائیں گی جو تشبیہ کے اصولوں سے بالکل مغائر ہے اس طرح تشبیہ کے لئے متکلم کی غرض کا ہونا بھی ضروری ہے ۔

طرفین تشبیہ:۔ مشبہ وہ ہے جس چیز کو کسی دوسری چیز سے تشبیہ دیں اور جس سے تشبیہ دی جائے گی اس کو مشبہ بہ کہتے ہیں مثلاً زید مثل شیر کے ہے اس میں زید کو بہادری میں شیر سے تشبیہ دی گئی ہے ۔پس زید مشبہ ہے اور شیر جس سے تشبیہ دی گئی ہے مشبہ بہ ہے اور بہادری کی صفت کہ جو دونوں میں عام ہے اس کو وجہ مشبہ کہتے ہیں ۔

یہ ضروری ہے کہ جو صفت مشبہ اور مشبہ بہ دونوں میں عام ہو یعنی جو تشبیہ کی باعث ہو وہ مشبہ بہ میں بہ نسبت مشبہ کے زیادہ اور قوی تر ہونا چاہئے خواہ از روئے حقیقت اور خواہ از روئے ادعا یعنی متکلم کے خیال کے بموجب اگر ایسا نہ ہوگا تو وہ صفت مشبہ اور مشبہ بہ میں برابر ہوگی تو اسکو تشبیہ نہ کہیں گے بلکہ تشابہ کہلاتی ہے ۔یاد رکھنا چاہئے کہ تشبیہ میں دو چیزوں میں سے ایک کی فضیلت مقصود ہوتی ہے اور تشابہ میں مساوات پایا جاتا ہے ۔

مشبہ اور مشبہ بہ دو قسم کے ہوتے ہیں ۔

حسی مشبہ اور مشبہ بہ وہ ہیں جو حواس خمسہ ظاہری سے دریافت ہو سکیں اور حواس خمسۂ ظاہری یہ ہیں ۔(۱) بصر (دیکھنا) (۲) سمع (سننا) (۳) شم (سونگھنا) (۴) ذوق (چکھنا) (۵) لمس (چھوکر معلوم کرنا)

عقلی مشبہ اور مشبہ بہ وہ ہیں جو بجائے حواس خمسۂ ظاہری کے عقل سے دریافت ہوں یعنی غیر

مادی اشیاء مثلاً خوشی۔ غم۔ شجاعت۔ بزدلی۔ ہمت۔

مشبہ اور مشبہہ بہ اعتبار حسی و عقلی ہونے کے صرف چار طرح پر ہو سکتے ہیں یعنی

۱) مشبہ مشبہ بہ دونوں حسی ہوں۔ ۲) مشبہ اور مشبہ بہ دونوں عقلی ہوں ۳) مشبہ حسی اور مشبہ بہ عقلی ہو۔ ۴) مشبہ عقلی اور مشبہ بہ حسی ہو۔

جب مشبہ اور مشبہ بہ حسی ہوں۔

شامّہ کہوں میں کیوں نہ گل اندام ان حسینوں کو☆ گلاب کی سی کچھ آتی ہے بو پسینے میں

باصرہ:۔ نازکی اس کے لب کی کیا کہئے　　پنکھڑی اک گلاب کی سی ہے

لامسہ:۔ نازکی اس کے لب کی کیا کہئے　　پنکھڑی اک گلاب کی سی ہے

ذائقہ:۔ جھوٹی شراب اپنی مجھے مرتے دم تو دے

یہ آب تلخ شربت قند و نبات ہے

سامعہ:۔ نوبت ہے صدائے قمریاں کی　　تیاری ہے باغ میں اذان کی

جب مشبہ اور مشبہ بہ دونوں عقلی ہوں۔

مت مردمک دیدہ میں سمجھو یہ نگاہیں　　ہیں جمع سویدائے دل چشم میں آہیں

نگاہ کو آہ سے تشبیہ دی ہے یعنی نگاہ مشبہ اور آہ مشبہ بہ، یہ دونوں عقلی ہیں۔

جب مشبہ حسی اور مشبہ بہ عقلی ہو:۔

جب نام خدا جواں ہوا وہ　　مانند نظر رواں ہوا وہ

یعنے تاج الملوک مشبہ اور نظر جو ایک مجرد عقلی چیز ہے مشبہ بہ ہے۔

جب مشبہ عقلی اور مشبہ بہ حسی ہو:۔

رکتی ہے مری طبع تو ہوتی ہے جواں اور پائے نہیں جب راہ تو چڑھ جاتے ہیں نالے

طبع یعنی طبیعت مشبہ عقلی ہے اور نالے مشبہ حسی ہیں۔

وجہ تشبیہ یا وجۂ شبہ:۔

وجہ شبہ سے وہ صفت یا صفات مراد ہیں جن میں مشبہ اور مشبہ بہ دونوں شریک ہوں اور وہ معنی مقصود بھی ہوں اور مشبہ اور مشبہ بہ سے ان کو خصوصیت بہت ہو۔ ظاہر ہے کہ ہم کسی چیز کو دوسری چیز سے تشبیہ دیتے ہیں تو ان دونوں چیزوں میں ایک سے زیادہ صفات میں اشتراک ہوتا ہے مگر تشبیہ دینے کے وقت ہم سوائے کسی خاص صفت کے اور صفات مشترکہ کا خیال نہیں کرتے اور یہی ایک صفت جس کا ہم قصہ یا خیال کرتے ہیں وجہ شبہ کہی جاتی ہے۔ فرض کیجئے کہ کسی شخص کو شجاعت کی وجہ سے شیر کہیں تو گو کہ انسان اور شیر میں علاوہ بہادری کے اور بہت سی چیزوں میں اشتراک ہے۔ مثلاً جسم، رنگ وغیرہ۔ مگر ان صفات سے ہم کو غرض نہیں ہوتی ہم کو صرف صفت شجاعت سے غرض ہوتی ہے۔ لہٰذا یہی صفت انسان اور شیر کی تشبیہ میں وجۂ شبہ کہی جاسکتی ہے۔

غرض تشبیہ:۔ غرض تشبیہ زیادہ تر مشبہ سے متعلق ہوتی ہے۔ تشبیہ کا ایک مقصد ہے کہ مشبہ کی کوئی خصوصیت یا کوئی وصفِ حقیقی یا مبالغہ آمیز طریقہ سے ظاہر کیا جائے۔ اور مشبہ کو مشبہ بہ سے برتر ظاہر کیا جائے۔ جب وجہ شبہ میں ندرت پائی جائے تو شعر بہت اعلیٰ بن جائے گا۔ شرط یہ ہے کہ مشبہ بہ کسی خاص وصف کے لئے بہت ہی مشہور ہو ورنہ وہ تشبیہ نہ رہیگی مثلاً شیر کی مونچھوں کو انسان کی مونچھوں سے تشبیہ دی جائے۔ یا رستم کے رنگ سے تشبیہ دی جائے تو یہ تشبیہ پھسپھسی ہو کر رہ جائے گی۔ واضح رہے کہ کسی مشبہ اور خاص خصوصیت کی ہی جو کہ مشبہ بہ میں پائی جاتی ہے، مشبہ کی تشبیہ دی جاتی ہے۔ مثلاً یہ حالت قامت خمیدہ جیسے شجر خزاں رسیدہ

کمزوری اور لاغری میں اس تشبیہ سے کمال مبالغہ مقصود ہے۔ یعنی مشبہ سننے والے کی نظر میں اچھا معلوم ہو۔

اگر تشبیہ کی یہ غرض ہو کہ مشبہ سننے والے کو برا معلوم تو ایسی تشبیہ پھسپھسی بن جاتی ہے۔

مثلاً کچھ نہ پوچھو غرض کے تھے کیسے سر تھا ان کا چکوترا جیسے

بکرے کی داڑھی جیسے تھے داڑھی بلکہ کچھ اور اس سے تھی گاڑھی

اداتِ تشبیہ :۔ اداتِ تشبیہ سے وہ چھوٹے چھوٹے الفاظ مراد ہیں جو ایک چیز کو دوسری چیز سے تشبیہ دینے میں استعمال کئے جاتے ہیں۔ مثلاً جوں۔ جیسا۔ جیسی۔ مانند۔ آسا۔ مانا۔ سا۔ سے۔ مثل۔ وغیرہ مثلاً

جب نام خدا جواں ہوا وہ مانند نظر رواں ہوا وہ

کنیز اور بانو تھیں آپس میں ایسی زمانے میں ماں جائی بہنیں ہوں جیسی

استعارہ

تشبیہ اور استعارہ میں اکثر چیزوں میں مشارکت ہے۔ لہٰذا اس کا ذکر یہاں نہایت اختصار کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے۔ جاننا چاہئے کے جس طرح تشبیہ میں مشبہ اور مشبہ بہ کو طرفین تشبیہ کہتے ہیں۔ اسی طرح استعارہ میں یہی دو چیزیں طرفین استعارہ کہلاتی ہیں۔ استعارہ میں مشبہ کو مستعالہ اور مشبہ بہ کو مستعار منہ کہتے ہیں اور تشبیہ میں جو چیز وجہ شبہ کہلاتی ہے اس کو استعارہ میں وجہ جامع کہتے ہیں۔ تشبیہ اور استعارہ میں یہ بڑا فرق ہے کہ مشبہ کو بعینہ مشبہ بہ ٹھہرا لیتے ہیں عام اس سے کہ وہ متروک ہو۔ یا اس کا ذکر کیا جائے۔ مثلاً کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے رن ایک طرف چرخ کہن کانپ رہا ہے

ضیغم ڈکارتا ہوا نکلا کچھار سے

اقسام استعارہ

استعارہ بالتصریح :۔ وہ ہے جس سے مستعار لہ متروک اور مستعار منہ مذکور رہے۔

استعارہ بالکنایہ :۔ وہ ہے جس میں مستعار منہ مذکور اور مستعار لہ متروک ہو

ے ہم نے جس دن بال و پر دیکھا پہلے صیاد کا ہی گھر دیکھا

نرگس کی نہ کھلی آنکھ یک چند سوسن کی زبان خدا نے کی بند

استعارۂ وفاقیہ:۔ وہ ہے جس میں صفات مستعار منہ و مستعار لہ ایک ہی شخص میں جمع ہو سکیں ے یہ راعی نے للکار کر جب پکارا کہ راعی نے للکار کر جب پکارا حالؔی

راعی چرواہے کو کہتے ہیں۔ مراد اس سے یہاں ذات قدسی صفات رسالت مآب کی ہے اس طرح لفظ گلہ سے عرب قوم مراد ہے

استعارۂ عنادیہ:۔ برخلاف استعارۂ وفاقیہ کے اگر مستعار لہ و مستعار منہ کا جمع ہونا شخص واحد میں ناممکن ہو تو اس کو استعارۂ عنادیہ کہتے ہیں۔ جیسے کسی ایسے مردہ شخص کو جس کے کار خیر دنیا میں باقی رہ گئے ہوں زندہ سے اور ایسے زندہ شخص کو جو جاہل ہو یا خواب غفلت میں پڑا ہو مردہ سے تعبیر کریں۔ جیسے ے کوئی آج سے ہے فلک مدعی کیا ہمیشہ مرے حال پر مہرباں ہے میرؔ

استعارۂ تمثیلیہ:۔ اس میں مستعار لہ۔ مستعار منہ اور وجہ جامع کئی چیزوں سے حاصل ہوتی ہیں اس میں اور تشبیہ تمثیلی میں یہ فرق ہے کہ جہاں کہیں مطلقاً تمثیل ہو وہ استعارہ ہے اور اگر الفاظ تشبیہی ہوں تو وہ تشبیہ ہے ے دنیا و دیں میں آلودہ رہتا ہے جو فقیر دھوبی کا کتا ہے نہ وہ گھر کا نہ گھاٹ کا

وجہ جامع:۔ جس طرح وجہ شبہ سے وہ صفت یا صفات مراد ہیں جن میں مشبہ اور مشبہ بہ شریک ہیں۔ اسی طرح وجہ جامع بھی وہ صفت ہے جس میں مستعار لہ اور مستعار منہ شریک ہوں اسکی چار صورتیں ہیں۔

۱) وجہ جامع مستعار منہ اور مستعار لہ کا جزو ہو۔

۲) وجہ جامع مستعار منہ اور مستعار لہ کے مفہوم کا جز و نہ ہو۔

۳) وجہ جامع ایسی ہو جو بہت جلد سمجھ میں آ جائے اسے استعارۂ عامیہ کہتے ہیں۔

۴)وہ وجہ نادر ہونے کے سبب ہر شخص کی سمجھ میں نہ آئے اسکو استعارۂ غریبہ بھی کہتے ہیں۔

ے مگس کو باغ میں جانے نہ دینا کہ ناحق خون پروانہ کا ہوگا

مجاز مرسل

مجاز مرسل اصطلاح میں اس لفظ کو کہتے ہیں کہ معنے موضوع لہ کے سوا کسی دوسرے معنی میں استعمال ہو اور اس لفظ کے حقیقی و مجازی معنے میں کوئی علاقہ سوائے تشبیہ کے ہو بلاغت میں اس کی کئی قسمیں ہیں۔

ا۔کل بجائے جزو کے استعمال کیا جائے

جوں پنج شاخہ تو نہ جلا انگلیاں طبیب رکھ رکھ کے نبض عاشق تفتہ جگر پہ ہاتھ

گر کہے کوئی یا علی حیدر بھاگیں کانوں میں انگلیاں رکھ کر

۲)جزو بجائے کل کے استعمال کیا جائے

حق سے رسائی چاہو تو کلمہ پڑھا کرو اپنی بھلائی چاہو تو کلمہ پڑھا کرو

بگڑی بنانی چاہو تو کلمہ پڑھا کرو غم سے رہائی چاہو تو کلمہ پڑھا کرو

دل کی صفائی چاہو تو کلمہ پڑھا کرو

۳)مسبب بجائے سبب کے استعمال کیا جائے

۴)سبب بجائے مسبب کے استعمال جیسے بادل کا برسنا یعنی پانی کا برسنا

پلا سا قیا ساغر بے نظیر پھنسی دام ہجراں میں بدر منیر

۵)مظروف بجائے ظرف کے استعمال کیا جائے

تری چشم مست سے ساقیا یہ سیاہ مست جنوں ہوا
کہ مئے دوآتشہ طاق پر جوں دھری تھی ووں ہی دھری رہی

کنایہ

کنایہ کے لغوی معنی ہیں پوشیدہ بات کرنا۔ یہ تصریح بر عکس ہے۔ اصطلاح میں کنایہ اس لفظ کو کہتے ہیں جو معنی موضوع لہ کے لئے مستعمل ہو۔ لیکن مقصود وہ معنی نہ ہوں بلکہ دوسرے معنی ہوں۔ اس کی حسبِ ذیل تین قسمیں ہیں۔

کنایہ قریب:۔ جب کوئی صفت جو کسی موصوف سے خصوصیت رکھتی ہو یہاں کی جائے اور اس سے مراد موصوف ہو تو اسے کنایہ قریب کہتے ہیں مثلاً

؎ کیوں ردوقدح کرے ہے زاہد　　　مئے ہے یہ مگس کی قے نہیں ہے۔

کنایہ بعید:۔ جب بہت سی صفتیں مل کر ایک موصوف کے ساتھ ہوں۔ اگر چہ علٰحیدہ اور چیزوں میں پائی جاتی ہوں اور ایسی تمام صفات کے مجموعے سے موصوف مراد لیں تو یہ کنایہ بعید ہے اس لئے کہ تعدد صفات سے ذہن آسانی سے موصوف کی طرف منتقل نہیں ہوتیں۔

صبح آیا جانب مشرق نظر　　　اک نگار آتشیں رخ سر کھلا

مراد آفتاب ہے　　　اسے تلویح بھی کہتے ہیں

تعریض:۔ یہ بھی کنایہ کی ایک قسم ہے اور اس سے یہ مطلب ہے کہ جو الفاظ موصوف کے لئے استعمال کئے جائیں ان کے برعکس صفت مراد لی جائے

دیکھ کر ہنستے ہو کیا تم صورت پاک ریاض   یہ بڑے پہنچے ہوئے اللہ والے لوگ ہیں

علمِ بدیع

صنائع لفظی

اصطلاح	تعریف	مثال
اشتقاق	کلام میں ایسے چند الفاظ لانا جو ایک ہی	اصل شہود شاہد و مشہود ایک ہے
	اصل یعنی ایک ہی اسم یا فعل سے مشتق	حیراں ہوں پھر مشاہدہ ہے کس جناب میں
	ہوں اور اصل لفظ کے حروف کی ترتیب	رستہ کو راستی کے نہ زنہار چھوڑنا
	بھی ان سب میں قائم رہے	ہوتا ہے راشی ہی سے انسان رستگار
تجنیس	اس سے یہ مطلب ہے کہ دو لفظ صورت	
	میں مشابہ مگر معنی میں مختلف ہوں	
	۱) تجنیس تام :۔ جب دو لفظ ہر صورت سے	کبھی دیکھے سنے نہ ایسے کان
	ایک دوسرے کے مشابہ ہوں	کہوں کانوں کو نازکی کی کان
	۲) جب الفاظ متجانس میں ایک مفرد اور دوسرا	قاتل نے لگایا نہ مرے زخم پہ مرہم
	مرکب ہو اس کو تجنیس مرکب کہتے ہیں	حسرت یہ رہی جی ہی جی میں گئے مر ہم

تکرار	جب کسی شعر میں ایک لفظ کی تکرار کی جائے یعنی وہ لفظ بار بار آئے اسے تکریر کہتے ہیں	کہ نرگس کی پلک تیرے تماشے نہ نہ جھپکائی تو وہ گل ہے کہ جس کا ہر اک گل ہے تماشائی
خیفا	ایسا شعر جس کے ایک لفظ کے کل حروف مہملہ یعنی منقوطہ اور ایک لفظ کے سب نقطہ دار ہوں۔	شہ بلند نسب اب مجھے سبھی دیوے جبیں لامع زینت حصول جشن مرام
ذوقافیتین	ایسا شعر جس میں دو یا زیادہ قافیے ہوں	نہ دے گر نہاں گرد ادمری کروں گی حشر میں فریاد تیری
ذولسانین	ایسا شعر جو دو زبانوں میں پڑھا جائے	بہار زندگی برباد کر دی قیامت اے دل ناشاد کر دی
رقطا	نظم کے الفاظ میں ایک حرف بے نقطہ اور ایک حرف نقطہ دار ہو۔	شہ بلند نسب اب مجھے سبھی دیوے جبیں لامع زینت حصول جشن مرام
قلب	اس سے یہ مطلب ہے کے حروف الفاظ کی تقدیم وتاخیر میں فرق کر دیا جائے۔ کبھی معنے بدل جاتے ہیں اور کبھی نہیں	سحر ایک ماش پھینکا جو مجھے دکھا کے اس نے تو اشارہ میں نے تاڑا کہ ہے لفظ شام الٹا شکر بتر از روئے وزارت برکش شو ہمرہ بلبل بلب ہر مہوش
نغز	پہیلی کو کہتے ہیں کسی مشہور چیز کا نام پیچیدہ طریقے سے لینا یا دریافت کرنا	فارسی بولی آئی نہ۔ ترکی ڈھونڈھی پائی نہ ہندی کہے آرسی آئے۔ خسرو کہے کوئی نہ پائے (آئینہ کی پہیلی)
معمہ	کسی شخص یا چیز کا نام صاف صاف نہیں بلکہ پیچیدہ طریقے سے اشارۂ لفظی دلالت حرفی	بنے کیوں کر کہ ہے سب کار الٹا ہم الٹے بات الٹی یار الٹا (مومن)

سے لینا	یہ مہتاب رائے کے نام کا معمہ ہے
واسع الثقلین ایسے الفاظ لانا جن کے تلفظ میں دونوں ہونٹھ نہ ملیں	اتنا نہ ہنس دل کہ اس سے ایسا نہ ہو کر چنچل لڑنے کو مجھ سے ہوئے تیار ہنستے ہنستے
واصل الثقلین ایسے الفاظ لانا جن کے تلفظ میں دونوں ہونٹھ مل جائیں	میرا ممدوح امیر ابن امیر ابن امیر ہیں کمر بستہ کمیں خادم مدحت پیما (انشا)

صنائع معنوی

ایہام	کلام میں ایسے الفاظ لانا جن سے دو معنی نکلتے ہوں، پڑھنے والا شک میں پڑ جائے کہ کون معنے مراد لے یہی شک موجب لطف ہوتا ہے یہی شک موجب لطف ہوتا ہے اسی کو ایہام کہتے ہیں	لام نستعلیق کا ہے اس بت خوش خط لی زلف ہم تو کافر ہوں اگر بندے نہ ہوں اس لام کے
تلمیح	شعر میں کسی مشہور تاریخی قصے، واقعے یا مسئلے کی طرف اشارہ کرنا	جہاں تیرے جلوے سے معمور نکلا پڑی آنکھ جس کوہِ پر طور نکلا

ابنِ مریم ہوا کرے کوئی میرے دکھ کی دوا کرے کوئی

تنسیق الصفات بھی شخص، جانور یا چیز کی تعریف متواتر صفتوں کے ساتھ یکے بعد دیگرے ترتیب کے ساتھ بیان کی جائے۔	خوش خو یو خوش خرام وخوش اندام وخوش لگام گل پوش و تیز ہوش دسمن گوش وسرخ فام (گھوڑے کے اوصاف کی تعریف) انیؔس
حسنِ تعلیل کسی چیز کے وقوع کے واسطے کوئی ایسی علت بیاں کی جائے جو واقع نہ ہو بلکہ اس میں کوئی شاعرانہ جدت ونزاکت پیش نظر رکھی جائے	سب کہاں کچھ لالہ وگل میں نمایاں ہوگیئں خاک میں کیا صورتیں ہونگی کہ پنہاں ہوگیئں

شعر میں ایک سوال کرنا پھر اس کا جواب دینا کبھی ایک — میں نے کہا افکار سے پیچھا نہیں چھٹتا
سوال جواب ایک بیت میں کبھی دو تین بیتوں میں — کہنے لگے تم جانب میخانہ لپک جاؤ

طباق یا تضاد چند الفاظ جن میں فی الجملہ تقابل و تضاد وواقع — گاہ مرتا ہوں گاہ جیتا ہوں
کلام میں ایک ساتھ لائے جائیں۔ جیسے — آنا جانا ترا قیامت ہے
بلندی، پستی، نیکی، بدی۔ حلال، حرام وغیرہ — ابرو نے مژہ نے نگہ یار نے یارد
بے رتبہ کیا تیغ کو خنجر کو سناں کو سوداؔ

لف ونشر — شعر میں پہلے چند چیزیں ایک ترتیب سے بیان کی جائیں (جسے لف کہتے ہیں) اس کے بعد وہی چیزیں یا ان کے منسوبات اسی ترتیب سے پھر بیان کئے جائیں جسے نشر کہتے ہیں لفظی معنے لپیٹنے اور پھیلانے کے ہیں۔ — آتش وآب وباد وخاک نے لی
وضع سوز ونم ورم وآرام غالبؔ

مبالغہ یا تبلیغ — اسے کہتے ہیں کہ جب کسی امر کا ایک حد تک پہنچنا عقل وعادت دونوں کے نزدیک ممکن ہو — وعدۂ شام پر کی ہم نے عبث جاگ کے صبح
وہ اسی وقت نہ آتے اگر آنا ہوتا

اغراق — اسے کہتے ہیں جب کسی امر کا ایک حد تک پہنچنا عقل میں تو آتا ہو مگر از روئے عادت محال ہو۔ — گرگ نے دور عدل میں اس کے
سیکھ لی راہ ورسم چوپانی (مومنؔ)

غلو — اسے کہتے ہیں کہ جس بات کا دعوٰی کیا جائے وہ از روئے عادت وعقل ناممکن ہو — ہے اس آفت کا سبک سیر کہ را کب اس کا
حاضری کھائے جو کلکتہ تو لندن میں ٹفن (انشاؔ)

مذہب کلامی اگر کلام دلیل وبرہان پر مشتمل ہو تو اس صفت کو مذہب کلامی کہتے ہیں کیونکہ دلیل — ہر گز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد بہ عشق
ثبت است بر جریدۂ عالمِ دوام ما

و براہان سے کام لینا اہل کلام کا طریقہ ہے۔

مراعاۃ النظیر اس کو تناسب توفیق اور تلفیق بھی کہتے ہیں اور معمولی بول چال میں ضلع جگت کے نام سے مشہور ہے اس کی تعریف یہ ہے۔ کلام میں ایسے الفاظ جمع کئے جائیں جن کے معنے میں ایک دوسرے کے ساتھ نسبت واقع ہو مگر یہ نسبت تضاد و تقابل کی نہ ہو۔

چشم بادام، دہن پستہ زنخندان ہے سیب
کتنے پھل ایک نہاں قد جاناں میں لگے

رو پر ہے رخش عمر کہاں دیکھئے تھمے
نے ہاتھ باگ پر ہے نہ پا ہے رکاب میں

مقابلہ جب کسی شعر میں دو سے زیادہ معنے جو ایک دوسرے کی ضد نہ ہوں یکجا بیان کئے جائیں اور اس کے پھر دو ایسے معنے بیان کئے جائیں جو علی الترتیب ایک پہلے کی اور اور ایک دوسرے کی ضد ہو تو اسکو صنعت مقابلہ کہتے ہیں اور ایک دوسرے کے مخالف نہ ہونے سے یہ ضروری نہیں کہ وہ باہم متناسب بھی ہوں۔ اگر ان میں تناسب پایا جائے گا تو وہ صنعت مراعاۃ النظیر ہو جائے گی

دنیا میں عجیب بزم فانی دیکھی
ہر چیز یہاں کی آنی جانی دیکھی
جو آ کے نہ جائے وہ بڑھاپا دیکھا
جو جا کے نہ آئے وہ جوانی دیکھی

ہجو کسی شخص یا چیز کے عیوب اور صفات ذمیمہ کا بیان مبالغہ آمیز اور مزاحیہ الفاظ میں کیا جائے۔

مثال اصناف سخن (معنوی لحاظ سے) میں دی گئی ہے۔

اصناف سخن (ظاہری لحاظ سے)

اصطلاح	تعریف	مثال
مصرعہ	بیت یا شعر کا آدھا حصہ جو کسی خاص وزن کا پابند ہو خواہ وہ پورا مطلب ادا کرتا ہو یا نہ ہو	؎ گیا ہے سانپ نکل اب لکیر پیٹا کرو
بیت	بیت عربی میں گھر کو کہتے ہیں	ما قافیہ:۔
شعر	چونکہ قدیم عربوں کا گھر ان کا خیمہ تھا جس کے لئے ستون اور میخوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ اسی لئے شعر کے لئے بھی چند ارکان ضروری ضروری سمجھے گئے جو سبب وتد اور فاصلہ کہلاتے ہیں۔ سبب کے لغوی معنی عربی میں رسی کے ہیں۔ وتد میخ کو کہتے ہیں اور فاصلہ ستون کو اور جس طرح گھر کے دروازے کے دو پٹ ہوتے ہیں اسی طرح بیت کے لئے دو مصرعے ضروری ہیں۔ بیت اردو میں شعر کا	ابنِ مریم ہوا کرے کوئی میرے دکھ کی دوا کرے کوئی بلا قافیہ قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد در شعر سہ کس پیمبر انند

مرادف سمجھا جاتا ہے مگر فارسی میں فقط اشعار مثنوی کے لئے خاص کراستعمال ہوتا ہے (مثال دیکھو) بیت یا شعر کے لئے خاص وزن کی پابندی ضروری ہے۔ مثنوی اور غزل کے مطلع وقصیدے میں یہ مقفٰی بھی ہوتا ہے

ہر چند کہ لا نبی بعدی
ابیات وقصیدہ وغزل را
فردوسی وانوری وسعدی

فرد — کوئی ایک شعر یا قافیہ یا بلا قافیہ جو کسی غزل سے تعلق نہ رکھتا ہو یہ تنہا شعر ہوتا ہے۔ بیت کسی غزل قصیدہ مثنوی وغیرہ کے ہر شعر کو کہہ سکتے ہیں۔ لہٰذا بیت عام اور فرد خاص۔ اس کے لئے بھی وزن ضروری ہے۔

جیسے جیسے در محبوب قریب آ تا ہے
دھڑکنیں تیز قدم سست ہوئے جاتے ہیں

بیت الغزل غزل کا بہترین شعر۔ مگر ایسے شعر کا انتخاب خود انتخاب کرنے والے کے مذاق پر موقوف ہے جس کے لئے کوئی قاعدہ مقرر نہیں

مثلث — تین تین مصرعے جن میں دو ہم قافیہ ہوتے ہیں تیسرا خلاف قافیہ ہوتا ہے۔

نہیں ہوں اتنا بھی نادان بھلا میں اے ناصح
سمجھ کہ اور ہی کچھ مر چلا میں اے ناصح
کہا جو تو نے نہیں جا کے آ نیکی (مومن)

مخمس — پانچ پانچ مصرعوں کا بندھن میں چار ہم قافیہ اور پانچواں خلاف قافیہ ہو

حالت تو یہ کہ مجھ کو غموں سے نہیں فراغ
دل سوزش درونی سے جلتا ہے جوں چراغ
سینہ تمام چاک ہے سارا جگر ہے داغ
ہے نام مجلسوں میں مرا میرؔ بے دماغ

ازبسکہ کم دماغی نے پایا ہے اشتہار

مسدس چھ چھ مصرعوں کا بند جس میں چار ہم قافیہ اور دو خلاف قافیہ ہوں

کسی نے بقراط سے جا کے پوچھا
مرض تیرے نزدیک مرض مہلک ہیں کیا کیا
کہا دکھ جہاں میں نہیں کوئی ایسا
کہ جسکی دوا حق نے کی نہ ہو پیدا
مگر وہ مرض جس کو آسان سمجھیں
کہیں جو طبیب اسکو ہذیاں سمجھیں (حالؔی)

مثمن آٹھ آٹھ مصرعوں کا بندھن جن میں چھ ہم قافیہ اور دو خلاف قافیہ ہوتے ہیں

اے چارہ گر آ چک کہ دم چارہ گری ہے
میں جان سے جاتا ہوں تجھے بے خبری ہے
کیوں پہلے ہی درماں سے یقیں بے اثری ہے
اپنی سی تو دیکھ عبث نسخہ دری ہے
ہو جاؤں میں جانبر تو تری ناموری ہے
یوں دعویٰ بے صرفہ تو بے ہودہ سری ہے
گر ہم سے مریضوں کی دوا ہووے تو جانیں
بیمار محبت کو شفا ہووے تو جانیں

مستزاد ایسی نظم جس کے ہر مصرعے کے آخر میں ایک فقرہ رباعی کے وزن کا اضافہ کیا جائے۔ کبھی ایک سے زیادہ فقرے بھی مصرع کے آخر میں اضافہ کئے جاتے ہیں۔

میں ہوں عاشق مجھے غم کھانے سے انکار نہیں
کہ ہے غم میری غذا
تو ہے معشوق تجھے غم سے سروکار نہیں
کھائے غم تیری بلا۔ ظفؔر
لالہ زن باغ ہیں تو بلبل ناشاد نہیں

ترکیب بند ایک صنف نظم جو چند بندوں پر مشتمل ہو اور ہر بند کے آخر میں مختلف بیت آئیں

بندر کھ کام وزباں کرنہ فریادو بکا
ڈریہی ہے کہ خفا ہو ستم ایجاد نہیں
باغباں دشمنِ جاں گھونٹ ڈالے نہ گلا۔شاؔد

مرثیہ غالب (حالی) جس کے ہر بند کے آخر میں آنے والی بیت بند کے اشعار سے مختلف ہوتی ہے یعنی خلاف قافیہ

ترجیع بند چند بندوں کا مجموعہ جس میں ہر ایک بند کے آخر میں ایک بند لوٹ کر آتا ہے

تضمین اپنے یا کسی دوسرے شاعر کے مصرع یا شعر پر مصرعہ لگانا

مشہور ہیں عالم میں تو کیا ہیں بھی کہیں ہم
القصہ نہ درپئے ہو ہمارے کہ نہیں ہم
''عنقا سرو برگیم مپرس از فقرا ہیچ
عالم ہمہ افسانہ ما دارد وما ہیچ'' میر بر بیدل

۱)مصرعہ پر مصرعہ لگانا
۲)ایک بیت پر مصرع یا ایک مصرع پر بیت لگا کر مثلث کرنا۔
۳)مطلع پر مطلع لگانا
۴)بیت پر تین مصرع لگا کر مخمس کرنا
۵)بیت پر چار مصرع لگا کر مسدس کرنا
۶)بیت پر متعدد ابیات لگا کر قطعہ بند کرنا

بیخودانہ ہیں کئی صرف زباں پر کر گوش
آج کہتا ہوں کہ ہے خمدۂ دل میں جوش
پائے افتن تو نہ تھے لیکن مجھے تھا کچھ ہوش
سرخوش از کوئے خرابات گزر کردم دوش
بطلب گاری ترسا بچۂ بادہ فروش
میر بر عصمت بخاری

مطلع غزل یا قصیدے کا پہلا شعر جو عروضی

پھر اس انداز سے بہار آئی

اصطلاح	تعریف	مثال
	لحاظ سے موزوں ہو اور جس کے دونوں مصرع ہم قافیہ ہوں	کہ ہوئے مہر و مہ تماشائی
مقطع	غزل کا آخری شعر جس میں شاعر اپنا تخلص لائے	کعبہ کس منہ سے جاؤ گے غالبؔ شرم تم کو مگر نہیں آتی
مہمل	بے معنی لیکن موزوں اشعار، ایسے اشعار جو محض الفاظ کا مجموعہ ہوں اور کوئی مربوط معنی نہ رکھتے ہوں	ٹوٹی دریا کی کلائی زلف الجھی بام میں آدمی مخمل میں دیکھو مورچے بادام میں

اصناف سخن (معنوی لحاظ سے)

اصطلاح	تعریف	مثال
آزاد نظم	یہ جنگ عظیم (۱۹۱۴ـ۱۸) سے وجود میں آئی۔ فصاحت و بلاغت الفاظ سے زیادہ موضوع پر زور دیا گیا ہے۔ زندگی کے ٹھوس مادی اور خارجی حقائق شاعری کا عنوان ہے۔ قافیہ اور بحر کی پابندی سے انحراف کر کے کسی ایک رکن بحر مثلاً مفاعیلن، فاعلاتن وغیرہ (سالم اور مزاحف) پر شاعری کی بنیاد رکھی گئی۔ شعر کا التزام نہیں کیا جاتا ہے۔ کبھی ایک رکن اور دوسرے میں کئی رکنوں کی تکرار کی	اجنبی اپنے قدموں کو روکو ذرا جانتی ہوں تمہارے لئے غیر ہوں پھر بھی ذرا ٹھہرو سنتے جاؤ یہ اشکوں بھری داستاں ساتھ لیتے چلو یہ مجسم فغاں بلراج کومل

جاتی ہے۔

بلینک ورس ایسی نظم جس میں وزن کی پابندی کی جاتی ہے

یا نظم غیر مقفٰی مگر قافیے کی پابندی نہیں کی جاتی

ارے چھوٹے چھوٹے تارو
کہ چمک دمک رہے ہو
تمہیں دیکھ نہ ہووے
مجھے کوئی تحیر
کہ تم اونچے آسمان پر
جو ہے کل جہاں سے اعلٰی
ہوئے روشن اس روش سے
کہ کسی نے جڑ دئے ہیں
گہر اور لعل گویا

حمد خدا کی شان اور تعریف میں نظم لکھنا جس میں اس کے صفات بیان ہوں۔ قدیم طرز کی کتابوں میں اس طرز کی حمد سب سے پہلے لکھی جاتی ہے۔

کامل ہے جو ازل سے وہ ہے کمال تیرا
باقی ہے جو ابد تک وہ ہے جلال تیرا
ہے عارفوں کو حیرت اور منکروں کو سکتہ
ہر دل پہ چھا رہا ہے رعب جمال تیرا حالی

رباعی یا ترانہ اوزان مخصوص میں ایسے چار مصرعے جن میں کوئی ایک مضمون تمام کر دیا جائے پہلے دو مصرع مقفٰی اور تیسرا کبھی مقفٰی کبھی غیر مقفٰی اور پہلا مصرع پہلے

ہر ذرے پہ فضل کبریا ہوتا ہے
یک چشم زدن میں کیا سے کیا ہوتا ہے
اصنام دبی زبان سے یہ کہتے ہیں
پتھر بھی خدا ہوتا ہے

دونوں مصرعوں کے تابع ہوتا ہے اس میں تصوف وہ چاہے تو
اخلاق پند و نصائح اور کبھی کبھی خمریات کا بھی ذکر ہوتا ہے۔ اس کا قدیم نام ترانہ تھا۔ آج کل قومی اور وطنی

نظمیں بھی ترانے کے نام سے مشہور ہیں مثلاً اقبال کا ترانہ

''چین وعرب ہمارا ہندوستاں ہمارا''

ریختہ   اس کے لفظی معنے پھیلانے کے ہیں مگر غالب   ریختے کے تمہیں استاد نہیں ہو غالبؔ
کے زمانے تک دلی میں اردو کا یہی قدیم نام   کہتے ہیں اگلے زمانے میں کوئی میر بھی تھا
رائج تھا

ریختی   یہ صنف نظم لکھنؤ کے تنزل پذیر معاشرے   نہ دیکھ دولہا کو ساس نندوں کے آگے
کی پیداوار ہے (شاہان اودھ کے زمانے میں)   گھونگھٹ اٹھا اٹھا کر
اس میں عورتوں کی زبان میں عورتوں میں   نئی نویلی دلہن ہے بچی ابھی دو چار دن حیا کر
رائج محاورات اور روزمرہ پر زیادہ دھیان دیا
جاتا تھا۔

سلام   ایسی نظم جس میں نبی پاک کے خصائل بیان   سلام اس پر کہ جس نے بیکسوں کی دستگیری کی
کر کے ان پر سلام درود بھیجا جاتا ہے اور کبھی   سلام اس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیری کی
معرکۂ کربلا اور شہدائے کربلا کے واقعات اور   ماہرؔ
شہداء کربلا کے خصائل بیان کر کے ان پر   حسین اور طلب آب اے مفاداللہ
سلام و درود بھیجا جاتا ہے۔ اس میں مذہبی   تمام کرنی تھی حجت! رسولِ آب نہ تھا
اور اخلاقی مضامین ہوتے ہیں   ہر اک کے ساتھ ہے روشن دلو طلوع و غروب
سحر کو چاند نہ تھا شب کو آفتاب نہ تھا
انیس عمر بسر کر دی خاکساری میں
کہیں نہ یہ کہ غلام ابوتراب نہ تھا   انیسؔ

شہر آشوب   ایسی نظم جس میں زمانے کی تبدیلی اور   امیر جو کہ ہیں دانا انہوں نے کی ہے یہ چال

لوگوں کے اخلاق و عادات بگڑ جانے معاملات کے درہم برہم ہو جانے شرفا کی خواری ذلیلوں کی گرم بازاری کا ذکر ہوتا ہے۔

ہوئے ہیں خانہ نشین دیکھ کر زمانے کا حال
بجھی ہے سوزنی خوجا کھڑا اجھلے ہے رومال
حضور بیٹھے ہیں اک دو ندیم اہل کمال
دھری ہے سامنے اک پیکدان و اک تسول
جو کوئی ملنے کو ان کے گھر آیا
ملے یہ اس سے گر اپنا دماغ خوش پایا
جو ذکر سلطنت اس میں وہ درمیاں لایا
انہوں نے پھیر کے ادھر سے منہ یہ فرمایا
خدا کے واسطے بھائی کچھ اور باتیں بول

غزل

غزل کے لغوی معنے عورتوں سے باتیں کرنے کے ہیں۔ یہ صنف سخن ایران میں پیدا ہوئی۔ عرب میں صرف قصیدہ تھا اس کی تمہید یا تشبیب کے اشعار نکل کر غزل کی بنیاد ڈالی گئی۔ اس صنف میں ہر قسم کے خیالات پائے جاتے ہیں۔ تصوف عشق و محبت۔ زمانے کے سرد و گرم کا تذکرہ غرض ہر قسم کے داخلی و خارجی خیالات اس میں بیان کئے جاتے ہیں ہر شعر عام طور پر الگ الگ خیالات کا حامل ہوتا ہے۔ فارسی میں شعراء نے اس کے اشعار کی تعداد سات سے

ساغر اٹھاؤ زیست کے عنواں بدل گئے
چھیڑو رباب نیند کے ماتے سنبھل گئے
شاید ہماری پیاس سمندر بجھا سکے
دو چار گھونٹ پی کے کمینے بہل گئے
مٹتے ہوئے قدم کے نشاں چھوڑ کر چلے
کب کے رکے ہیں قافلے آئے نکل گئے
ناکامیوں نے ساتھ نہ چھوڑا تمام عمر
منزل کے پاس آ کے دوانے مچل گئے
دیواں بجائے نامۂ اعمال رکھ دیا
ضامن خدا کے سامنے کیا چال چل گئے

نوتک معین ہے۔

قصیدہ

قصیدے کے لغوی معنی غلیظ مغز کے ہیں مگر جس نظم میں مدح یا مذمت و نصیحت یا شکوہ یا شکایت ہو اسے قصیدہ کہتے ہیں۔ غزل کی طرح قصیدے کے بھی صرف دو مصرعوں میں قافیہ ہوتا ہے۔ غزل اور قصیدہ میں با اعتبار صورت صرف یہ فرق ہے کہ غزل میں جتنے مطلع ہوتے ہیں سب یکے بعد دیگرے اس کے شروع ہی میں آ جاتے ہیں۔ کہیں قصیدے میں مطلع کچھ اشعار کے بعد آتا ہے۔ قصیدے کے اشعار کی تعداد کم سے کم بیس ہوتی ہے زیادہ کی حد نہیں۔ یوں تو قصیدے کی کئی قسمیں ہیں۔ لیکن دو بڑی قسمیں ہیں

ہے آج جو یوں خوشنما نور سحر رنگ شفق
پرتو ہے یہ خورشید کا نور سحر رنگ شفق

یہ جوش نسرین و سمن یہ لالہ و گل کا چمن
گلشن میں گویا چھا گیا نور سحر رنگ شفق

بر سرو قد غنچہ دہن زیب چمن شان چمن
بر سیم بر گلگوں قبا نور سحر رنگ شفق

افشاں جبیں پر سر بسر مہتاب و انجم جلوہ گر
اور ہاتھ میں ونگ حنا نور سحر رنگ شفق

جام بلوریں میں ہے یوں عکس شراب لالہ گوں
ہو جیسے کیفیت فزا نور سحر رنگ شفق

حسن گل مہتاب نے جوش گل سراب نے
کیا باغ میں چمکا دیا نور سحر رنگ شفق

۱) خطابیہ اس میں شاعر ابتداء ہی سے مقصد بیان کرنا شروع کر دیتا ہے۔ مثلاً مدح یا وعظ و نصیحت

۲) تمہید۔ اس میں شاعر پہلے تمہید باندھتا ہے اور پھر اپنے مقصد کی طرف آتا ہے۔ تمہید کو تشبیب بھی کہتے ہیں۔ اہل عرب قصائد کی ردیف یا قافیے کے آخری حرف سے بھی موسوم کرتے ہیں۔ مثلاً آخری حرف لام ہو تو قصائد لامیہ کہلاتا ہے۔ اگر میم ہو تو میمہ، جیم ہو تو جیمہ۔ مضامین تشبیب کے اعتبار سے بھی قصائد کے مختلف القاب ہیں یعنی تشبیب میں اگر بہار و گلزار سبزہ و گل وغیرہ کا ذکر ہو تو قصیدۂ بہاریہ و گلزار سبزۂ گل وغیرہ۔

قطعہ

اس کے لغوی معنے ٹکڑے کے ہیں ایسے چند اشعار کا مجموعہ جو مضمون واحد پر مشتمل ہوں یعنی ایک بیت کا تعلق دوسری بیت سے ہو قطعہ میں غزل اور قصیدے کے برخلاف مطلع نہیں ہوتا اور اس کے اشعار کی تعداد غیر معین ہے۔ مگر کم سے کم دو شعر کا ہونا ضروری ہے۔ قطعہ اور غزل مسلسل میں یہ فرق ہے کہ قطعہ میں مطلع نہیں ہوتا اور قطعہ مسلسل میں ہوتا ہے۔ غزل مسلسل میں ہر بیت کا مطلب پورا ہو جاتا ہے۔ تکمیل معنی کے واسطے دوسری بیت کا محتاج نہیں ہوتا۔ برخلاف اس قطعہ کے اس میں سب بیتوں کو ملا کر مضمون پورا ہوتا ہے۔

دو بیت کا قطعہ

کل پاؤں ایک کاسۂ سر پر جو آ گیا
یکسر وہ استخواں شکستوں سے چور تھا
کہنے لگا کہ دیکھ کہ چل راہ بے خبر
میں بھی کبھو کسو کا سر پرُ غرور تھا

دو سے زیادہ ابیات کا قطعہ:۔

قدیم وضع پہ قائم رہوں اگر اکبر
تو صاف کہتے ہیں سید یہ رنگ ہے میلا
جدید طرز اگر اختیار کرتا ہوں
خود اپنی قوم مچاتی ہے شور واویلا
جو اعتدال کی کہئے تو وہ ادھر نہ ادھر
زیادہ حد سے دیئے پاؤں سب نے ہیں پھیلا
ادھر یہ دھن ہے کہ ساقی صراحئ مئے لا
ادھر ہے دفتر تدبیر و مصلحت ناپاک
ادھر ہے وحی ولایت کا ڈاک کا تھیلا
غرض دو گونہ عذاب است جان مجنوں را
بلا سے صحبت لیلی و فرقت لیلی

مثنوی

یہ وہ نظم ہوتی ہے جس کے دونوں مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں۔ ہر شعر کا قافیہ علٰحیدہ ہوتا ہے اس میں اشعار کی تعداد محدود نہیں ہوتی یوں تو

جائے عبرت سرائے فانی ہے
صدر و مرگ نو جوانی ہے
اونچے اونچے مکان ہیں جن کے

اس میں ہر قسم کے مضامین آ سکتے ہیں۔ لیکن
عام طور پر اس میں کوئی تاریخی واقعہ یا عشقیہ
داستان بیان کی جاتی ہے۔ اس کا مضمون مسلسل
اور مربوط ہوتا ہے۔ مناظر قدرت کا بیان افراد
قصہ کے حالات، مفاعلات اور جذبات۔ ملک
اور شہر کے رسم و رواج۔ غرض بہت کچھ مثنوی
میں لایا جاسکتا ہے۔ کامیاب مثنوی وہی سمجھی جاتی
ہے جس میں پڑھنے والے کو بناوٹ اور تصنع کا گمان
نہ گذرنے۔ اردو میں میر حسن کی سحر البیان، مرزا
شوق کی زہر عشق اور پنڈت دیا شنکر نسیم کی گلزار
زیادہ مشہور ہیں۔ انیسویں صدی میں حالی اور
دوسرے شاعروں نے بھی مثنویاں لکھی ہیں۔
جس میں مناظر قدرت، حب الوطنی اور دوسرے
خیالات ظاہر کئے گئے۔ مولانا حالؔی کی حب وطن
بہت ہی مشہور مثنوی ہے۔

تم ہر اک حال میں ہو یوں تو عزیز
جب وطن میں ہمارا بسنا تھا

آج وہ تنگ گور میں ہیں پڑے
کل جہان پر شگوفہ و گل تھے
آج دیکھا تو خار بالکل تھے
جس چمن میں تھا بلبلوں کا ہجوم
آج اسی میں ہے آشیانہ بوم
بات کل کی ہے نوجوان تھے جو
صاحب نوبت و نشان تھے جو
آج خود ہیں نہ ہے مکاں باقی
نام کو بھی نہیں نشان باقی شوقؔ
مثنوی

اے سپہر بریں کے سیارو
اے فضائے زمیں کے گلزارو
اے پہاڑوں کی دلفریب فضا
اے لب جو کی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا
اے شب ماہتاب تاروں بھری
تھے وطن میں مگر کچھ اور ہی چیز
تم سے دل باغ باغ رہتا تھا

مرثیہ

وہ نظم جس میں کسی کی موت پر اظہار غم
والم کیا جائے۔ مرثیہ کہلاتی ہے۔ اس
تعریف کے لحاظ سے مرثیہ عام ہے۔ لیکن

دوڑے ادھر سے انکی طرف سید امم
آئے نجف سے حیدر صفدر چشم نم
آواز دی نبی نے حرکو لئے ہیں ہم

جن اشعار میں حضرت امام حسین اور دوسرے اہل بیت کا ماتم کیا جاتا ہے۔ انہیں خاص طور پر مرثیہ کہتے ہیں۔ شہدائے کربلا کے مرثیے تو بہت سے شاعروں لکھے ہیں۔ لیکن میر انیسؔ اور مرزا دبیرؔ کے ہوئے مرثیے بہت مقبول ہوئے ہیں۔ ان مرثیوں کو ادبی حیثیت حاصل ہے، ان میں تمہید، دعا تلوار اور گھوڑے کی تعریف جنگ کے مختلف مناظر۔ شہادت، ماتم اور گریہ زاری سبھی کچھ موجود ہے۔ جب صرف مرثیے کا ذکر آتا ہے تو اس سے شہدائے کربلا کا مرثیہ مراد لیتے ہیں۔ کسی دوسرے کے مرثیہ کا ذکر کرنا ہو تو اس کی ضرورت ہوتی ہے۔ مثلاً مرزا غالب کا لکھا ہوا مرثیہ عارف مولانا حالیؔ کا لکھا مرثیہ غالب اور کلیم محمود خاں اور وہ مرثیہ جو مولانا شبلی نے اپنے بھائی کی وفات پر لکھا تھا یہ مرثیے ہر قسم کی ادبی خوبیوں سے مالا مال ہیں۔

اس وقت پہنچے شاہ کہ وہ توڑتا تھا دم
سر کاٹنے کی فکر میں جو تھے وہ بٹ گئے
یوں مہماں سے اپنے دوڑ کے حضرت لپٹ گئے
زانو پہ رکھ لیا سر حر اور یہ کہا
بھائی حسین آیا ہے آ ہوش میں آ
آنکھیں قام پہ مل کے وہ بولا باوفا
مولا ہزار جن سے میں آپ پر فدا
جن کے لئے زمیں پہ فلک سر جھکائے ہے
مرے لینے کو آئے ہیں وہ لوگ خلد سے

منقبت حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور دوسرے خلفائے راشدین کی شان میں کہی جانے والی نظم کو کہتے ہیں ابیات ایک دوسرے سے مربوط ہوتی ہیں

علی دین و دنیا کا سردار ہے
کہ مختار کے گھر کا مختار ہے
علی راز دار خدا و نبی
خبر دار سر خفی و جلی

علی بندۂ خاص درگاہ حق
علی سالک و رہرو راہ حق
یہاں بات کی اب کائی نہیں
نبی و علی میں جدائی نہیں
میر حسنؔ

مناجات اس نظم کو کہتے ہیں جس میں بارگاہ الٰہی سے دعا مانگی جائے۔اس نظم میں ابیات ایک دوسرے سے مربوط ہوئی ہیں۔

الٰہی میں بندہ گنہ گار ہوں
گناہوں میں اپنے گرانبار ہوں
مجھے بخشیو میرے پروردگار
کہ تو ہے کریم اور آمرزگار
مری غرض یہ کہ جب تک جیوں
شراب محبت کو تیری پیوں
صحیح وسالم سدا مجھ کو رکھ
خوشی سے ہمیشہ خدا مجھ کو رکھ

نعت اس نظم میں رسول خدا ﷺ کی تعریف کی جاتی ہے۔اوران کے فضائل بیان کئے جاتے ہیں۔

ترا کرم جو شہ ذی وقار ہو جائے
گدائے خاک نشیں تاجدار ہو جائے
یہ آرزو ہے ہر اک عضو عشق احمد میں
تڑپ تڑپ کے دل بے قرار ہو جائے
ادب جو روضۂ پرنور کا اجازت دے
اتر کے چاند چراغ مزار ہو جائے
حضور حشر میں رونق افروز ہوں تو امیرؔ

واسوخت ایسی نظم جس میں عاشق اپنے معشوق سے
بے زاری اور بے پروائی کا اظہار کرتا ہے
اور اس کو چھیڑ کر جلی کٹی باتیں اس سے
کرتا ہے کہ ہمارے عشق سے پیشتر تمہارا
حسن کچھ بھی نہ تھا تم کو کوئی پوچھتا تک نہ
تھا ہمارے ہی عشق نے تمہارے حسن و
دلفریبی میں چار چاند لگا دئے خیر اب تم
ہم سے بے پروا ہو گئے ہو اور الگ الگ
پھرتے ہو تو دیکھا جائے گا۔ہم بھی کوئی
دوسرا تم سے بہتر اور حسین تر دلربا ڈھونڈ
نکالیں گے اور اس کی صحبتوں سے تم کو
جلایا کریں گے۔مولانا آزاد کی تحقیق کے
مطابق اردو میں میر تقی اردو میں واسوخت
کے موجد ہیں۔

کرم ہے عام چلو یہ پکار ہو جائے
یاد ایم کہ خوں سے خبر تجھ کو نہ تھی
سرمہ وآئینہ کی اور نظر مجھ کو نہ تھی
فکر آراستگیٔ شام وسحر مجھ کو نہ تھی
زلف آشفتہ کی سدھ دودو پہر تجھ کو نہ تھی
شانہ تھا نا بلد کوچہ گیسو تیرا
آئینہ کا ہے کو تھا حیرتی رو تیرا
آگہی حسن سے اپنے تجھے زنہار نہ تھی
اپنی مستی سے تری آنکھ خبر دار نہ تھی
ہر دم اس طور کمر میں ترے تلوار نہ تھی
خون یوں کاہے کو کوچے میں مرے ہوتے تھے
دل زدے کب تری دیوار تلے روتے تھے
یا تو ہم ہی تھے کہ اب ہم سے نہیں کچھ ساری
مفت برباد گئی عزت وحرمت ساری
بار خاطر رہے اب ہم کو بھی ہے بیزاری
یعنی اس شہر سے اٹھ جانے کی ہے تیاری
رتبۂ عنبر نہیں آنکھوں سے دیکھا جاتا
طاقت اب یہ دل بے تاب نہیں ٹک لاتا
کوئی نادیدہ محبّ سادہ لگا لیں گے ہم
سادہ یا مرتکب بادہ لگا لیں گے ہم

بوس و آغوش کا آمادہ لگالیں گے ہم
بند خودرائی سے آزادہ لگالیں گے ہم
اس کو آغوش تمنا میں اب اپنی لیں گے
جس سے داد دل ناکام سب اپنی لیں گے

ہجو ایسی نظم جس میں کسی کے عیوب خواہ واقعی یا فرضی مبالغے کے ساتھ مذاق آمیز الفاظ میں بیان کئے جائیں۔ ہجو مثنوی، قصیدہ یا قطعے کی صورت میں لکھی جاتی ہے۔

ہجو مرداکول

ایک پرخور آشنابے پیر
سینہ سوراخ جس سے ہے کفگیر
صد منی دیگ ہے شکم اس کا
نفس اژدھا ہے دم اس کا
آنت شیطان کی ہے اسکی آنت
دانت اس کا ہے ہاتھی کا سادانت
توند کالی جو کھول جاوے لیٹ
آہنی ہے تنور اس کا پیٹ
راہ مطبخ میں یاد ہے جو کبھی
چاٹ جاتا ہے دیگوں تک بھی
کھانا نفے پہ آوے ہے ایسے
چیل ٹوٹے ہے گوشت پر جیسے
کھانے پر جب وہ جی چلاتا ہے
لاٹھی پاٹھی بھی کھائے جاتا ہے

پھبتی ایک قسم کی تشبیہ ہے جو مشبہ بہ کے مناسب وقت اور مناسب حال کہی جاتی ہے اور جب تک تشبیہ اور مشبہ بہ کی پوری ظاہری شکل نہ ملتی ہو یہ نہیں کہی جاتی۔

زاغ کی چونچ میں انگور خدا کی قدرت
پہلوئے حور میں لنگور خدا کی قدرت
رات شیطان کو خواب میں دیکھا
ساری صورت جناب کی سی ہے

مذہب کلامی ایسا شعر کہنا جس میں دعوے کو دلیل یا صفت سے دلیل سے ثابت کیا گیا ہو۔ یہ محاسن مدلل سخن میں شامل ہے۔

بشر راز دلی کہہ کر ذلیل و خوار ہوتا ہے
نکل جاتی ہے جب خوشبو تو گل بیکار ہوتا ہے
اور بازار سے لے آئے اگر ٹوٹ گیا
جام جم سے میرا جام سفال اچھا ہے

اردو اور انگریزی کی مشترکہ اصطلاحات

مندرجہ ذیل فہرست میں تمام اصطلاحات درج کردی گئی ہیں۔ اصطلاح سے مراد وہی لفظ لیا ہے جو انگریزی یا اردو میں مروج ہو اور متعلقہ علم میں مستعمل ہو۔ یعنی انگریزی الفاظ کا اردو ترجمہ نہیں کیا ہے بلکہ اصطلاحات کا مرادف درج کیا ہے۔ انگریزی کی بہت سی اصطلاحات اب آہستہ آہستہ متروک ہوتی جارہی ہیں۔ ایسی اصطلاحات پر پھول (*) کا نشان بنادیا گیا ہے۔ بعض اردو اصطلاحات کے ایک سے زیادہ مرادفات ہیں تو ان کو الگ الگ درج کیا گیا ہے۔ لیکن یہ بات قابل لحاظ ہے کہ مرادفات کی یہ فہرست محض معلوماتی ہے، اس کا مطلب ہر گز یہ نہیں کہ جتنے مرادفات لکھے گئے ہیں ان سے متعلق جو تصورات و نظریات ہیں وہ مشرق و مغرب میں بالکل ایک ہیں۔ مثلاً تجنیس کا مرادف Homonym تو ہے، لیکن تجنیس خاصی پیچیدہ اور مختلف الاقسام چیز ہے، جب کہ Homonym اس کی محض ایک صورت

حال ہے۔

انگریزی۔اردو

سالم	Actaletic
توشیح (موشحہ)	Acrostic
استخدام	Amphiboly
متدارک کا سالم رکن	Amphimacer
مقلوب	Anagram
طباق، تطبیق، تضاد	Antithesis
تجاہل عارفانہ، تجاہل العارف	Aporia
متقارب کا سالم رکن	Bacchius
نظم معرّا	Blank Verse
مزاحف بحر	Catalectic
زحاف	Catalexis
تاریخ	Chronogram
بیت، شعر	* Distich
مرثیہ (کسی شخص کا)	Elegy
ردیف	End Rhyme
ہزج کا سالم رکن	Epitritus primus
رمل کا سالم رکن	Eptritus Secundus
رکن	Foot

Blank Verse	آزاد نظم
*Hemistich	مصرع
Homonym	تجنیس
Hyperbole	مبالغہ
Metaphor	استعارہ
Metaphor of substitution	مجازمرسل
Metonymy	کنایہ
Metre	بحر
Metrical	موزوں،عروض سے متعلق
Movent	متحرک
Nom de Plume	تخلص
* Panygeric	قصیدہ
Plagrarism	سرقہ
Prosody	عروض
Pun	ادماج،ایہام،توریہ،ذومعنین
Quiescent	ساکن
Redundancy	حشو(علم بیان کی اصطلاح)
Retrain	ٹیپ کا بند،ٹیپ کا شعر،ٹیپ کا مصرع،مصرع ترجیع
Rhetoric	(علم)بیان وبدیع
Rhyme	قافیہ

معما	Riddle
تقطیع کرنا	Scan (To)
تقطیع	Scansion
تشبیہ	Simile
مجازمرسل	Synechdoche
استعارہ	* Treope
ناموزوں	Unmetrical
وزن	Weight

اردو۔ انگریزی

آزادنظم	Free verse
ادماج	Pun
استخدام	Amphiboly
استعارہ	* Trope,Metaphor
ایہام	Pun
بحر	Metre
(علم)بیان وبدیع	Rhetoric
بیت	* Distich
تاریخ	Chronogram
تجاہل العارف	Aporia
تجاہل عارفانہ	Aporia

تجنیس	Homonym
تخلص	Nom de Plume
تشبیہ	Simile
تضاد	Antithesis
تطبیق	Antithesis
تقطیع	Scansion
تقطیع کرنا	(To) Scan
توریہ	Pun
توشیح (موموشحہ)	Acrostic
ٹیپ کا بند، ٹیپ کا شعر، ٹیپ کا مصرع	Refrain
حشو	Redundancy
ردیف	End Rhyme
رکن	Foot
رمل کا سالم رکن	Epitritus Secundus
زحاف	Catalexis
ساکن	Quiescent
سالم	Acalectic
سرقہ	Piagiarism
شعر	* Distich
طباق	Antithesis

عروض	Prosody
قافیہ	Rhyme
قصیدہ	* Panegyric
کنایہ	Metonymy
مبالغہ	Hyperbole
متحرک	Movent
متدارک کا سالم رکن	Amphimacer
متقارب کا سالم رکن	Bacchius
مجازمرسل	Synechdoche
مجازمرسل	Metaphor of substitution
مرثیہ (کسی شخص کا)	Elegy
مزاحف	Catalectic
مصرع	* Hemistich
مصرع ترجیع	Refrain
معما	Riddle
مقلوب	Anagram
موزوں	Metrical
موشحہ	Acrostic
ناموزوں	Unmetrical
نظم معرا	Blank verse

ہزج کا سالم رکن	Epitritus Primus
وزن	Weight

ے درس بلاغت۔ ترقی اردو بیورو ۱۹۸۱ ایڈیشن (ص ۱۷۱۔۱۷۵)

کتابیات

۱) آئینہ بلاغت	محمد عسکری
۲) رہنمائے شاعری حصہ اول و دوم	افقر موہانی
۳) نسیم البلاغت	جلال الدین جعفری
۴) امیر العروض	بزمی انصاری
۵) تذکرۃ البلاغت	مولوی ذوالفقار علی
۶) درس بلاغت	ترقی اردو بیورو نئی دہلی
۷) عروض	سید کلیم اللہ حسینی
۸) بلاغت	سید کلیم اللہ حسینی

FAN-E- SHAERI

(RHETORIC AND PROSEDY)

COMPILERS

DR. MOHMAMED SIBGHATULLA

PROF. SYED ABU TURAB KHATAI ZAMIN

COPY RIGHT:- MALIK PUBLICATIONS

PAGES:- 59+4

YEAR OF PUBLICATION:- 2000-2001

PRICE:- Rs

PUBLISHER

NO. 50-12 AASHIYANA

4TH MAIN VASANTHAPPA BLOCK

GANGA NAGAR BANGALORE - 560 032

FAN-E- SHAERI

(RHETORIC AND PROSEDY)

COMPILERS

Prof. MOHAMED SIBGHATULLA

Prof. SYED ABU TURAB KHATAI ZAMIN

MALIK PUBLICATIONS

NO. 50-12 AASHIYANA , 4TH MAIN

VASANTHAPPA BLOCK GANGA NAGAR

BANGALORE - 560 032